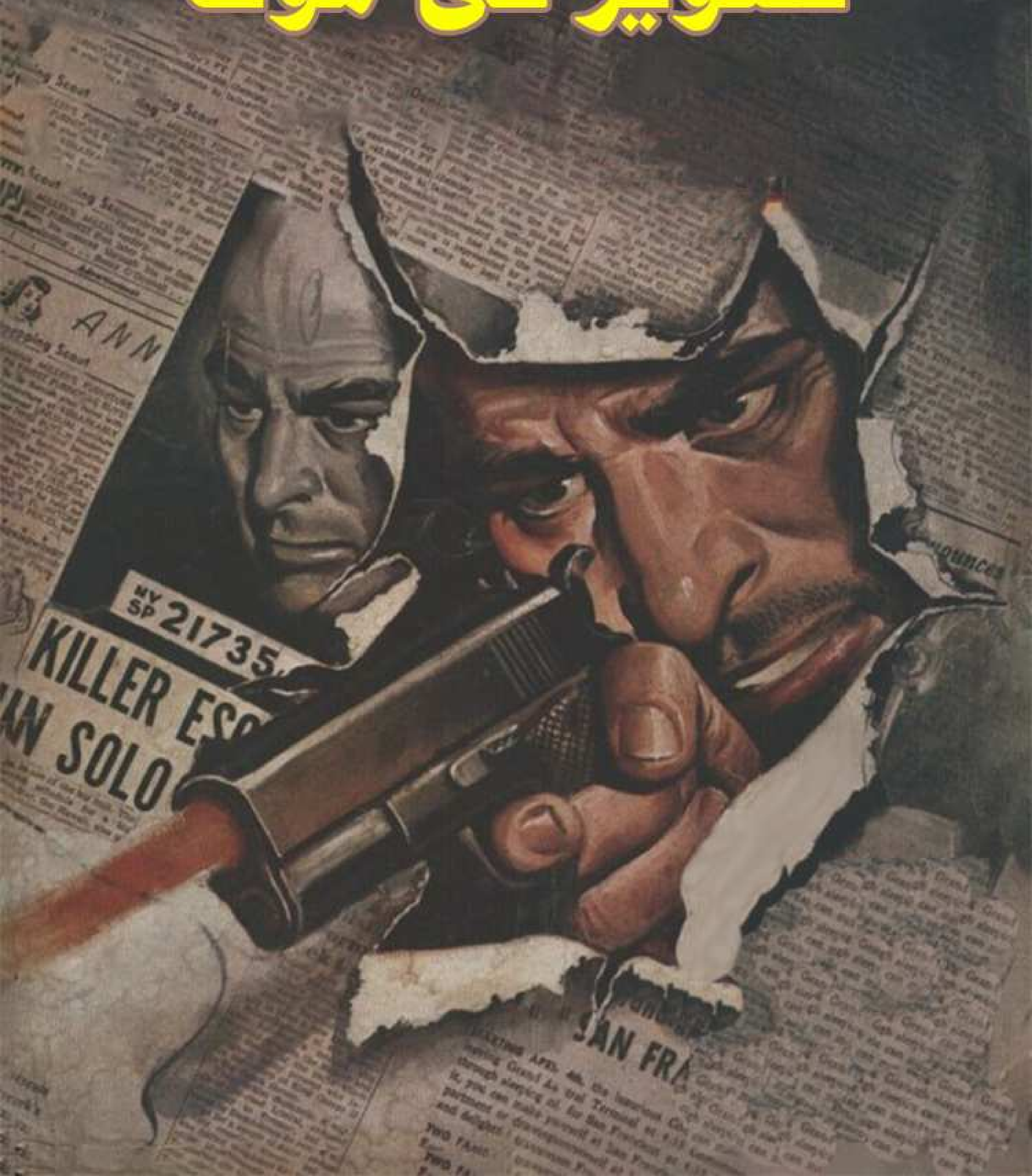
تصویر کی موت



عمران سیریز نمبر 67

تصویر کی موت

(مکمل ناول)

پیشرس

تصویر کی موت بھی ناممکن ہے اور موت کی تصویر بھی نہیں کھینچی جاسکتی لیکن جس طرح بہتیرے مصور موت کی تصویر کشی کی کوشش کر چکے ہیں اسی طرح میں نے بھی تصویر کی موت پیش کرنے کی کوشش کرڈالی ہے۔

بہتیرے دوستوں کی خواہش تھی کہ کسی کہانی میں پھر باپ بیٹے کا سامنا ہو جائے لہٰذا عمران کے ساتھ رحمان صاحب سے بھی ملئے۔

سلیمان اور جوزف کی جھلکیاں بھی نظر آئیں گی۔ بعض کہانیوں کا پھیلاؤ عمران کی پوری ٹیم کو پیش کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔

دیگر احوال یہ ہیں کہ خواہ آپ کتنے ہی بور کیوں نہ ہوں کاغذ کی بات ضرور کروں گا۔ مشرقی پاکستان کی علیحدگی سے پہلے اس کتاب میں بتیس روپے رم کاغذ لگتا تھا اور اب ۴۰×۳۰ سائز کے ایک رم کاغذ کی قیمت ۱۰۰ روپے سے بھی زیادہ ہے اس کے باوجود کتاب کی قیمت میں اضافہ نہیں کر رہا۔ میری اس "قومی خدمت" کو یاد رکھئے گا اور آئندہ انتخابات کے موقع پر مجھے زیادہ سے زیادہ ووٹ دے کر

مزید خدمت کے مواقع فراہم کیجئے گا۔ کیونکہ میرے سیاست میں آئے بغیر کاغذ سستا نہیں ہو سکتا اگر آپ نے مجھ پر یہ نوازش نہ فرمائی تو پھر مٹکا بجانے کی مشق بہم پہنچاؤں گا۔ یہ بھی ہماری ثقافت کا اہم جزو ہے۔ بج سکا تو واہ واہ۔ نہ بج سکا تو کم از کم ٹھنڈا پانی ہی مہیا کرتا رہے گا۔ مٹکا پھر مٹکا ہے (اس کا چکنے گھڑے سے کوئی تعلق نہیں)۔

بہتیرے دوست مجھے اپنے مسائل لکھ کر بھیجتے ہیں اور حل بھی طلب کرتے ہیں۔ ان کی خدمت میں گزارش ہے کہ جو شخص اپنے ہی مسائل حل نہ کرپاتا ہو وہ کسی دوسرے کی رہنمائی کیا کر سکے گا۔ ایک صاحب کو یہی لکھ بھیجا تھا ناراض ہو کر جواب الجواب پر اتر آئے اور یہ سوال ٹھونک بھیجا کہ آپ کیسے دانشور ہیں کہ میری اتنی ذرا سی مشکل کا حل آپ کے پاس نہیں۔

لاحول ولا قوۃ۔ کیا میری شکل ایسی ہی ہے کہ آپ مجھے دانشور کہہ بیٹھیں بھائی! کسی "دانشور" سے رجوع فرمائیے۔ "دانشور" تو مسائل پر مسائل کھڑا کرتا چلا جاتا ہے کہ دانشوری ذہنی بٹیر بازی کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ بہتر صورت یہ ہو گی کہ آپ خود ہی اپنے مسائل حل کرنے کی کوشش کیجئے۔ نہ حل ہو سکیں تو انہیں ایک طرف رکھ کر مٹکا بجائیے، بجاتے رہئے۔ بجاتے رہئے۔ یا تو اس دوران میں آپ کو حل نصیب ہو جائے گا۔ یا پھر - آپ مٹکا ہی بجاتے رہ جائیں گے۔ دونوں ہی صورتیں عافیت کی ہیں۔

والسلام

ابنِ صفی

۳۰/اپریل ۱۹۷۳ء



جزیرہ موبار کے مشرقی ساحل پر وہ بڑی سی دُخانی کشتی کئی دن سے لنگر انداز تھی۔ ایک معمولی سی دخانی کشتی.... ایسی لاتعداد کشتیاں مُوبار کے دوسرے ساحلوں پر لنگر انداز ہی ہوں گی .... لیکن اس کشتی کی طرف توجہ مبذول کرانے والا وہ بھاری بھرکم اور خوف ناک کتا تھا جو ہر وقت عرشے پر بیٹھا اپنی لال لال زبان نکالے ہانپتا رہتا تھا۔ اگر کوئی بحری پرندہ بھی اس کشتی کے قریب سے پرواز کرتا تو وہ یک لخت اپنی زبان جبڑوں میں سمیٹ کر اس طرح غرانے لگتا جیسے اس نے اس کی توہین کی ہو۔

ان اطراف میں فی الوقت یہی ایک کشتی لنگر انداز تھی۔ یوں بھی مشرقی ساحل زیادہ تر ویران ہی رہتا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ یہ حصہ آبادی سے دور تھا اور اس طرف ماہی گیری بھی نہیں ہوتی تھی لیکن یہ کوئی غیر ممنوعہ علاقہ تو تھا نہیں کہ اس کشتی کو مقامی لوگ شبہے کی نظر سے دیکھتے۔ اکثر تنہائی پسند سیاح بھی اپنی کشتیاں اسی ساحل سے لگادیا کرتے تھے۔

اس کشتی پر اس خوف ناک کتے کے علاوہ تین آدمی بھی تھے۔ ان میں سے جب بھی کوئی کتے کے قریب سے گزرتا تو اسے بھی اس کی غراہٹ سنی پڑتی اور وہ آواز دے کر گویا اس کی اور اپنی شناسائی کے حوالے سے مطمئن کرنے کی کوشش کرتا۔

سورج غروب ہو چکا تھا اور سمندر کی طرف سے چلنے والی نم آلود نمکین ہوائیں اپنے ساتھ کسی لانچ کے انجن کی آواز بھی منتشر کر رہی تھیں۔

دیکھتے، دیکھتے ایک چھوٹی سی لانچ دُخانی کشتی کے قریب آکر رکی اور اس پر سے ایک آدمی دخانی کشتی پر جاچڑھا۔

کتے کی غراہٹ پھر سنائی دی تھی۔ لیکن ان تینوں میں سے کسی نے اُسے آواز دے کر چپ کرادیا تھا۔

لانچ سے اترنے والا دخانی کشتی کے کیبن میں داخل ہوا۔ یہ ایک سفید فام غیر ملکی تھا۔
کشتی کے تینوں آدمی معمولی خادموں کے سے انداز میں ہاتھ باندھے اس کے سامنے کھڑے نظر آئے۔ یہ تینوں دیسی ہی تھے لیکن روانی سے انگریزی بول سکتے تھے۔

"سب سامان تیار ہے....؟" غیر ملکی نے سوال کیا۔

"یس باس....!" ایک نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"تم کچھ سست نظر آرہے ہو....!" غیر ملکی اُسے گھورتا ہوا بولا۔

"نہیں تو باس.... میں بالکل ٹھیک ہوں۔!"

"آس پاس کوئی اجنبی تو نہیں دکھائی دیا تھا۔!"

"نہیں باس....!"

"ٹھیک ہے.... گوشت لاؤ۔!"

وہ آدمی کیبن کے کسی گوشے سے ایک بڑا سا طشت اٹھا لایا جس میں کچے گوشت کے بڑے بڑے ٹکڑے پڑے ہوئے تھے۔

غیر ملکی نے اپنے کوٹ کی اندرونی جیب سے ایک چپٹی سی شیشی نکالی، جو سرخ رنگ کے کسی سیال سے لبریز تھی۔

شیشی کا ڈھکنا الگ کر کے اس نے سارا سیال گوشت کے طشت میں الٹ دیا۔ پھر ان میں سے ایک نے آگے بڑھ کر دونوں ہاتھوں سے گوشت کے ٹکڑوں کو مسلنا شروع کر دیا۔

"کتے کو لاؤ....!" غیر ملکی نے دوسرے آدمی سے کہا اور تیسرے سے بولا۔ "تم لنگر اٹھا دو اور کشتی کو بلیک پوائنٹ کی طرف لے چلو....!"

اس دوران میں کتے کی ہلکی ہلکی غراہٹ مسلسل سنائی دیتی رہی تھی۔

"اب تم ہاتھ صاف کر کے اسکرین لگا دو....!" غیر ملکی نے اس آدمی سے کہا جو گوشت کے ٹکڑوں کو مسل رہا تھا۔

کتا اندر لایا گیا.... وہ اب بھی غرائے جا رہا تھا۔ لیکن جیسے ہی اس کی نظر گوشت کے طشت پر پڑی غراہٹ کا سلسلہ یک لخت ختم ہو گیا۔ پھر وہ گوشت کے ٹکڑوں پر ٹوٹ پڑا تھا۔

غیر ملکی اس آدمی کی طرف متوجہ ہو گیا جو سامنے والی دیوار پر سفید سکرین فکس کر رہا تھا۔

کتا بڑے انہماک سے گوشت چپٹ کر تا رہا۔

"اب تم پروجیکٹر پر ریل چڑھا دو...!" غیر ملکی نے اس آدمی سے کہا جو کتے کو کیبن میں لایا تھا۔

اتنے میں کشتی بھی حرکت میں آئی وہ ساحل چھوڑ رہی تھی اور اب اس کا رخ شمال کی طرف ہو گیا تھا۔

سامنے والی دیوار پر سکرین فکس ہو جانے کے بعد غیر ملکی اس آدمی کی طرف مڑا جو پروجیکٹر پر فلم کی ریل چڑھا رہا تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ اس کیبن میں بیٹھ کر کوئی فلم دیکھیں گے۔

کتے نے جلد ہی گوشت کے ٹکڑوں کا صفایا کر دیا۔ اس کی غراہٹ قطعی طور پر معدوم ہو چکی تھی۔

"اب فلم چلاؤ۔!" غیر ملکی نے کتے کو پُر تفکر نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

کیبن میں اندھیرا ہو گیا اور پروجیکٹر کی روشنی اسکرین پر پڑنے لگی۔ یہ جزیرہ موبار کا لانگ شارٹ تھا اور آہستہ آہستہ بلیک پوائنٹ نامی ساحل قریب آتا جا رہا تھا۔

اب بلیک پوائنٹ سے بستی کی طرف جانے والی سڑک کا منظر تھا۔ پھر سڑک سے کیمرہ ایک گلی میں مڑ گیا۔ دو رویہ عمارات کا سلسلہ دور تک پھیلا ہوا تھا۔ اس کے بعد ایک بڑی سی عمارت کا کلوز اَپ قریباً ایک منٹ تک اسکرین پر رہا تھا پھر ایک آدمی کی غیر متحرک تصویر کا کلوز اَپ اتنی ہی دیر تک نظر آتا رہا اس کے بعد فلم ختم ہو گئی مزید تین بار یہی فلم دکھائی گئی تھی پھر کیبن میں روشنی ہوتے ہی کشتی بھی بلیک پوائنٹ نامی ساحل سے جا لگی۔

کتا بالکل خاموش تھا۔ اس دوران میں ہلکی سی غراہٹ بھی نہیں سنی گئی تھی بلیک پوائنٹ کا یہ حصہ جہاں کشتی لنگر انداز ہوئی تھی بالکل تاریک تھا اور آس پاس کوئی دوسری کشتی بھی موجود نہیں تھی۔

غیر ملکی نے کتے کا پٹا پکڑ کر اٹھایا۔ وہ خاموشی سے اٹھ گیا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کبھی کسی پر غرایا ہی نہ ہو۔ پٹا پکڑے ہوئے وہ اسے عرشے پر لایا اور "گو" کہہ کر پٹا چھوڑ دیا۔ کتے نے کشتی سے خشکی پر چھلانگ لگا دی اور اندھیرے میں دوڑتا چلا گیا۔



دوسری صبح پورے جزیرے میں سنسنی پھیل گئی تھی اور راجرس اسٹریٹ میں تو کوئی قدم ہی نہیں رکھ سکتا تھا۔ پولیس نے چاروں طرف سے اس کی ناکہ بندی کر رکھی تھی۔ خصوصیت سے بروجن لاج کے سامنے پورے جزیرے میں پائی جانے والی پولیس کی گاڑیاں موجود تھیں۔

بروجن لاج میں پچھلی رات ایک غیر ملکی سفیر کا مہمان پروفیسر میکس مار ڈالا گیا تھا۔

اس کے ساتھ اس عمارت میں اس کی بیٹی روزا میکس بھی مقیم تھی دونوں حال ہی میں بغرض سیاحت یہاں آئے تھے اور غیر ملکی سفیر نے ان کے قیام کا انتظام جزیرہ موبار میں کیا تھا۔

پروفیسر عمارت سے بہت کم نکلتا تھا لیکن روزا میکس ایک سیلانی لڑکی تھی وہ زیادہ تر باہر ہی رہتی۔

پچھلی شام گھر سے باہر نکلتے وقت اس نے پروفیسر کو بخیر و عافیت چھوڑا تھا۔ موبار کے ایک خاندان میں رات کے کھانے پر مدعو تھی۔ بہت تھوڑے عرصے میں اس نے موبار میں کئی دوست بنا لئے تھے۔ ان میں لڑکیوں کی تعداد زیادہ تھی۔ وہ ان سے یہاں کے رسم و رواج سے متعلق معلومات حاصل کر کے اپنی ڈائری میں یادداشتیں تحریر کرتی رہتی۔

واپسی دس بجے سے پہلے نہ ہو سکی۔ عمارت میں سناٹا تھا۔

پروفیسر میکس آٹھ بجے تک کھانے وغیرہ سے فارغ ہو کر ملازمین کو چھٹی دے دیتا تھا اور وہ اپنے گھروں کو چلے جاتے تھے۔ روزا کو پھاٹک کھلا ہوا ملا تھا اور اس کی دانست میں پروفیسر نے صدر دروازہ بھی کھلا ہی رہنے دیا تھا۔

اس سے قبل بھی کئی بار ایسا ہو چکا تھا۔ وہ آٹھ بجے کے بعد گھر واپس ہوتی تھی اور اس نے ہمیشہ دروازہ کھلا ہوا پایا تھا۔

بہر حال پچھلی شب کچھ بھی معمول سے ہٹ کر محسوس نہیں ہوا تھا۔ اس نے کمپاؤنڈ کا پھاٹک بند کیا تھا اور پھر عمارت میں داخل ہو کر صدر دروازہ بھی مقفل کیا تھا اور اپنے بیڈ روم کی طرف چل پڑی تھی۔ پھر جب وہ پروفیسر کی خواب گاہ کے قریب پہنچی تو وہ جانکاہ منظر دیکھا پروفیسر فرش پر چت پڑا ہوا تھا اور اس کے چاروں طرف خون ہی خون تھا۔

ٹھوڑی کے نیچے نرخرہ گردن سے باہر نکلا پڑا تھا۔

مقامی پولیس کو وہ اپنا بیان دے چکی تھی اور اسے قریب ہی کی ایک دوسری عمارت میں منتقل کر دیا گیا تھا۔

پروفیسر کی لاش جہاں تھی وہیں پڑی رہی۔ مرکزی محکمہ سراغرسانی کے بعض شعبوں کے ماہرین ابھی تک وہاں نہیں پہنچے تھے۔ یہ کیس ایک غیر ملکی سفارت خانے سے تعلق رکھتا تھا اس لئے مختلف قسم کی کارروائیوں میں بہت زیادہ احتیاط برتی جا رہی تھی۔

روزا کو پڑوسیوں نے ہاتھوں ہاتھ لیا اور اس کا غم بٹانے کی کوشش کرنے لگے لیکن وہ مغموم تو نہیں معلوم ہوتی تھی۔

پھر کسی کی زبان سے نکل ہی گیا تھا۔ "بڑے دل گردے کی لڑکی ہے۔ باپ اس طرح مارا گیا اور اس کی پیشانی پر شکن تک نہیں۔!" غالباً اس کے اسی رویئے کی بناء پر کیپٹن فیاض ان لوگوں

تک جا پہنچا تھا جن کے یہاں اس نے پچھلی رات کھانا کھایا تھا۔

"وہ چھ بجے شام سے پونے دس بجے رات تک ہمارے ساتھ رہی تھی۔" صاحب خانہ نے فیاض کو بتایا۔

"اس کے رویے میں کوئی خاص بات آپ لوگوں نے محسوس کی تھی۔!" فیاض نے سوال کیا۔

"جی نہیں.... قطعی نہیں.... وہ معمول کے مطابق خوش و خرم تھی....!" جواب ملا۔

بہر حال لڑکی کے بارے میں پوچھ گچھ کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ وہ ایک خاصی سوشل قسم کی لڑکی تھی۔

فیاض نے فی الحال لڑکی سے براہِ راست کچھ معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ اس نے یہ بھی محسوس کیا تھا کہ متعلقہ سفارت خانے کے ذمہ دار لوگ نہیں چاہتے کہ لڑکی سے اس سلسلے میں پوچھ گچھ کی جائے۔

شام تک اُسے پوسٹ مارٹم کی رپورٹ مل گئی جس کے مطابق پروفیسر کی موت آٹھ اور دس بجے کے درمیان واقع ہوئی تھی اور وہ کسی درندے کا شکار ہوا تھا۔ درندے نے اس کی گردن دبوچی تھی اور نرخرہ کھینچ لیا تھا۔

فیاض نے ایک بار پھر سفارت خانے سے رابطہ قائم کیا اور جیسے ہی گفتگو کے دوران میں اُس نے فرسٹ سیکریٹری کو پوسٹ مارٹم کی رپورٹ سے مطلع کیا دوسری طرف سے عجیب طرح کی گھٹی گھٹی سی آواز سنائی دی۔

"ہیلو....!" فیاض نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ "کیا لائن ڈیڈ ہو گئی.... ہیلو.... ہیلو....!"

لیکن دوسری طرف اب سناٹا تھا۔ لائن ڈیڈ نہیں ہوئی تھی اور نہ ریسیور کریڈل پر رکھا گیا تھا۔

فیاض نے سلسلہ منقطع کر دیا۔ چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی اور گھر جانے کے لئے اٹھ گیا۔ صبح سے جزیرہ موبار میں جھک مارتا رہا تھا۔ دوپہر کا کھانا تک نصیب نہیں ہوا تھا۔

گھر کی طرف جاتے ہوئے راستے میں ایک جگہ رک کر اس نے انسپکٹر سومرو کو فون کیا تھا اور اسے ہدایت دی تھی کہ وہ جزیرے ہی میں ٹھہر کر لڑکی کی نگرانی کرے۔

لیکن انسپکٹر سومرو نے بتایا کہ سفارت خانے والے لڑکی کو وہاں سے لے گئے۔

"تم بھی واپس آجاؤ....!" اس نے کہہ کر سلسلہ منقطع کر دیا۔

اس نے ایک ڈرگ اسٹور کا فون استعمال کیا تھا۔ ریسیور رکھ کر وہ واپسی کے لئے مڑا ہی تھا

کہ ایک غیر متوقع ذہنی جھٹکے سے دوچار ہونا پڑا سامنے عمران کھڑا احمقانہ انداز میں جلدی جلدی پلکیں جھپکا رہا تھا۔

"تمہیں قرار نہیں ہے.....!" فیاض دانت پیس کر بولا۔

"میں صرف یہ پوچھنے کے لئے رک گیا تھا کہ تم یہ کال اپنے دفتر ہی سے نہیں کر سکتے تھے؟"

"تم سے مطلب.....؟ اور تم میرا پیچھا کیوں کر رہے تھے۔!"

"ذرا آہستہ.....!" عمران بوکھلا کر چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا۔

"دوکان دار کو یہ نہ معلوم ہونا چاہئے کہ آج کل مردوں کا پیچھا مرد ہی کر رہے ہیں۔!"

"ہٹو سامنے سے.....!" فیاض اسے ایک طرف ہٹا کر آگے بڑھتا ہوا بولا۔

دوکان سے اتر کر جھلاہٹ کے عالم میں اپنی گاڑی کی طرف بڑھ ہی رہا تھا کہ اچانک کسی خیال کے تحت پھر رک جانا پڑا۔

عمران آہستہ آہستہ چلتا ہوا قریب آیا۔

"مجھ سے کچھ بھی معلوم نہ کر سکو گے.....!" فیاض نے سرد لہجے میں کہا۔

"غالباً تمہارا اشارہ پوسٹ مارٹم رپورٹ کی طرف ہے۔!"

"ظاہر ہے.....!"

"میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ جزیرہ موبار میں چیتے اور بھیڑیے نہیں پائے جاتے۔!"

"کیا مطلب.....؟"

"اس لئے پوسٹ مارٹم کی رپورٹ سرے سے بکواس ہے.....!"

"ہوں..... تو تمہیں رپورٹ کا علم ہو چکا ہے۔!"

"تم سے پہلے ہی..... اپنے محکمے کی کارکردگی پر ناز کرنے والے آفیسر اُلو کہلاتے ہیں۔!"

"بد تمیزی نہیں۔!"

"اوہو..... کیا عنقریب ترقی ہونے والی ہے۔!"

"بور مت کرو..... دن بھر تھکنے کے بعد گھر واپس جا رہا ہوں اور میں دیکھوں گا تمہیں پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کا علم کیوں کر ہوا۔!"

"گھر پہنچتے ہی تمہیں پھر بھاگنا پڑے گا۔ اس لئے مناسب یہی ہے کہ رات کا کھانا میرے ساتھ کسی ہوٹل میں کھالو.....!"

"کیا مطلب.....؟"

"یار فیاض تم آخر ہر بات کا مطلب کیوں پوچھنے لگتے ہو جبکہ مطلب بھی سمجھ میں نہیں آتا۔!"

"جہنم میں جاؤ.....!" فیاض نے کہا اور اپنی گاڑی میں جا بیٹھا۔

کچھ دور چلنے کے بعد عقب نما آئینے پر نظر ڈالی.... پیچھے بے شمار گاڑیاں تھیں۔

"اونہہ.....!" فیاض نے بُرا سا منہ بنا کر سر کو جنبش دی اور گھر کی جانب رواں دواں رہا۔

ویسے وہ الجھن میں ضرور پڑ گیا تھا کیونکہ عمران کی پیش گوئیاں کبھی غلط ثابت نہیں ہوئیں تھیں۔ اس نے اس وقت یہی تو کہا تھا کہ گھر پہنچ کر تمہیں پھر بھاگنا پڑے گا۔ پوسٹ مارٹم کی رپورٹ سے متعلق اُسے سفارت خانے ہی سے معلوم ہوا ہوگا۔ خود اس کے محکمے سے کسی قسم کی معلومات حاصل کرنا آسان کام نہیں۔

گھر پہنچ کر عمران کے قول کی تصدیق ہوگئی جب یہ معلوم ہوا کہ کوئی اہم اطلاع آئی تھی لیکن فیاض کی عدم موجودگی کی بناء پر فون کے نمبر بتا کر ہدایت کر دی گئی تھی کہ جیسے ہی وہ گھر پہنچے اس نمبر پر رنگ کرے۔

اور یہ نمبر اسی محکمے کے ایک ڈائریکٹر کے تھے۔

اس نے میز پر کھانا لگانے کو کہا تھا۔ کھانے سے پہلے ڈائریکٹر کو فون نہیں کرنا چاہتا تھا۔

کھانا کھاتے وقت ایک بار پھر عمران پر شدت سے غصہ آیا۔ اگر مردود کے پاس کوئی اہم اطلاع تھی تو اُسے سس پنس میں رکھنے کی کیا ضرورت تھی۔

جیسے تیسے کھانا ختم کر کے اُس نے فون پر ڈائریکٹر کے نمبر ڈائیل کئے۔ ڈائریکٹر موجود نہیں تھا البتہ فون پر ہی اسے اُس کا ریکارڈ کیا ہوا پیغام سنا دیا گیا جس کے مطابق سفارت خانے کے فرسٹ سیکرٹری کو بھی کچھ دیر قبل اسی طرح ہلاک کر دیا گیا تھا جس طرح پچھلی رات جزیرہ موبار میں پروفیسر ہاورڈ میکس مارا گیا تھا پیغام کے آخر میں کہا گیا تھا کہ کیپٹن فیاض فرسٹ سیکریٹری کی رہائش گاہ پر پہنچ جائے۔ ریسیور کریڈل پر پٹخ کر فیاض نے بُرا سا منہ بنایا تھا۔

فرسٹ سیکریٹری کی لاش دیکھ کر پروفیسر میکس کی لاش کیوں نہ یاد آجاتی جب کہ اس کا نرخرہ بھی گردن سے باہر نکلا پڑا تھا۔

دفعتاً فیاض چونک پڑا۔ ٹھیک اسی وقت اس کے شعبے کے ڈائریکٹر نے بھی اُسی چیز کی طرف توجہ دلائی جسے فیاض دیکھ کر چونکا تھا۔

"شائد وہ حادثے سے پہلے کسی کو فون کر رہا تھا۔!"

"جی ہاں.....ریسیور میز سے نیچے لٹک رہا تھا۔" فیاض بولا۔ لیکن وہ ڈائریکٹر سے یہ نہ کہہ سکا

کہ شاید فون پر آخری گفتگو اس نے خود اُسی سے کی تھی اُسے اچھی طرح یاد تھا کہ جب اس نے فرسٹ سیکریٹری کو فون پر پوسٹ مارٹم کی رپورٹ سے متعلق اطلاع دی تھی تو دوسری طرف سے چند گھٹی گھٹی آوازوں کے علاوہ اور کچھ نہیں سن سکا تھا۔

''اور سب سے بڑی عجیب بات یہ ہے کہ دونوں کیس بڑی مماثلت رکھتے ہیں۔'' ڈائریکٹر نے پر تفکر لہجے میں کہا۔

''جی ہاں.....!'' فیاض نے ایک بار پھر لاش کو غور سے دیکھتے ہوئے سر کو جنبش دی۔

''تم نہیں سمجھے.....!''

''جی.....؟'' فیاض ہمہ تن گوش ہو گیا۔

یہ بھی آٹھ بجے اس عمارت میں تنہا تھے۔ سات بجکر چالیس منٹ پر سارے گھریلو ملازموں کو چھٹی دے دی تھی۔

وہ دونوں لاش والے کمرے سے باہر آگئے۔ اُس وقت فنگر پرنٹ سیکشن کا عملہ وہاں مصروف کار تھا۔

''پروفیسر کی لڑکی کہاں ہے.....؟'' فیاض نے پوچھا۔

''شاید سفیر کی قیام گاہ پر۔!''

''اس سلسلے میں بھی سفارت خانے والوں کا رویہ مشتبہ ہے۔!''

''کیوں.....؟''

''وہ لوگ نہیں چاہتے کہ اس سے کسی قسم کی پوچھ گچھ کی جائے۔!''

''تو پھر تم نے اس سلسلے میں کیا کیا.....؟''

''کچھ بھی نہیں جناب..... وہ میری پہنچ سے باہر ہے۔!''

''قطعی نہیں..... میں ابھی دیکھتا ہوں۔!''

''میرا خیال ہے کہ آپ نہیں دیکھ سکیں گے..!'' پشت سے آواز آئی۔ دونوں چونک کر مڑے۔

''میں غلط نہیں کہہ رہا۔!'' عمران سر ہلا کر بولا۔

ڈائریکٹر تو خاموش ہی رہا لیکن فیاض نے ناخوش گوار لہجے میں پوچھا۔ ''تم یہاں کیا کر رہے ہو۔!''

''بہت دیر سے صبر کر رہا ہوں۔!''

''میں پوچھ رہا ہوں کہ کس استحقاق کی بناء پر یہاں موجود ہو.....؟''

''کیا اس کے لئے ڈائریکٹر جنرل کی اولاد ہونا کافی نہیں ہے۔!''

ڈائریکٹر کے ہونٹوں پر بے اختیار قسم کی مسکراہٹ نمودار ہوتے ہوتے رہ گئی۔ شاید وہ بڑی
مشکل سے سنجیدگی برقرار رکھنے میں کامیاب ہوا تھا۔ اپنی زبان اس نے ابھی تک روکے رکھی تھی۔
"یہاں سے چلے جاؤ....!" فیاض نے سخت لہجے میں کہا۔
عمران نے کوٹ کی اندرونی جیب سے ایک کارڈ نکال کر فیاض کے چہرے کے قریب لے
جاتے ہوئے کہا۔ "مائی آئیڈنٹٹی سر....!"
فیاض نے کارڈ اس کے ہاتھ سے جھپٹ لیا۔
"کیا ہے....؟ میں بھی دیکھوں....!" ڈائریکٹر بولا اور فیاض نے عمران کو گھورتے ہوئے
کارڈ اس کی طرف بڑھا دیا۔ ڈائریکٹر کارڈ پر نظر دوڑاتا ہوا بولا۔
"اوہ تو.... آپ وزارتِ خارجہ کے نمائندے کی حیثیت سے....!"
"جی ہاں....!" گھر سے اخراج کے بعد سارے معاملات خارجہ ہی خارجہ ہو کر رہ جاتے
ہیں۔" عمران نے بے حد مغموم لہجے میں کہا۔
"تو پھر آپ کیا چاہتے ہیں....؟"
"روزامیکس کو فی الحال نظر انداز کر دیا جائے۔!"
"آپ کی اپنی رائے کے مطابق....!"
"جی نہیں.... سر سلطان چاہتے ہیں۔!"
"تمہارے یہ سرپرست عنقریب ریٹائر جائیں گے۔!" فیاض بول پڑا۔
"کیا بکواس ہے....!" ڈائریکٹر اُسے گھورتا ہوا بولا۔ "اپنے کام سے کام رکھو....!" پھر وہ
انہیں وہیں چھوڑ کر آگے بڑھ گیا تھا۔
"افسروں کی ڈانٹ کھائے بغیر تمہارا کھانا ہی نہیں ہضم ہوتا....!" عمران ہنس کر بولا۔
"چلے جاؤ.... ورنہ سر توڑ دوں گا۔!"
"زیادہ اکڑو گے تو گالیاں بھی کھلا دوں گا۔!"
"تم نے سر سلطان کا پیغام پہنچا دیا اب دفع ہو جاؤ۔!"
"ایک بات کا خیال رکھنا جو پروفیسر کی لاش کے سلسلے میں نظر انداز کر دی گئی تھی۔!"
"کیا مطلب....؟"
"اگر وہ کوئی جانور تھا تو اپنے دو چار بال اس لاش پر ضرور چھوڑ گیا ہوگا۔!"
فیاض نے اُسے غور سے دیکھا تھا اور سر کو تفہیمی جنبش دے کر تیزی سے لاش والے کمرے

کی طرف مڑ گیا تھا۔



پُر اسرار دخانی کشتی اب فش ہار بر کے ایک الگ تھلگ حصے میں لنگر انداز تھی۔ رات کے ساڑھے آٹھ بج چکے تھے۔ اس وقت کشتی پر سفید فام غیر ملکی کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا اور غیر ملکی بھی اپنے حلیے سے نہ تو سفید فام ہی معلوم ہوتا تھا اور نہ غیر ملکی۔ اس نے گھیر دار شلوار پہن رکھی تھی لمبی سی قمیض اور اونی ٹوپی میں شمال مغربی علاقے کا کوئی باشندہ معلوم ہوتا تھا۔ چہرے کی رنگت بھی اصل کے مقابلے میں کچھ دبی دبی سی لگتی تھی۔ وہ کشتی کے عرشے پر کھڑا اس طرف اندھیرے میں آنکھیں پھاڑ رہا تھا جیسے کسی کا منتظر ہو کبھی کبھی ریڈیم ڈائیل والی رسٹ واچ پر بھی نظر ڈالتا۔

ٹھیک پونے نو بجے ایک کتے نے خشکی سے کشتی پر چھلانگ لگائی اور غیر ملکی اوہ بوائے....اوہ بوائے....!" کہتا ہوا اس کی طرف جھپٹا۔ پھر وہ کتے کا پٹا پکڑے ہوئے اُسے کیبن میں لایا تھا۔ کتا پانی کی بالٹی پر ٹوٹ پڑا۔ وہ اس طرح پانی پی رہا تھا جیسے کئی دن سے پیاسا ہو۔ غیر ملکی نے پروجیکٹر سے فلم کی ریل نکالی اور انجن روم کی طرف چل پڑا۔ بوائلر کی بھٹی کھول کر فلم کو آگ میں جھونکتا ہوا وہ بے اختیار مسکرا پڑا۔

کیبن میں واپسی پر اس نے کتے کو بالٹی کے قریب بے خبر سوتے ہوئے پایا۔

کپ بورڈ سے ایک بوتل اور گلاس نکال کر وہ وسطی میز کے قریب آ بیٹھا تھا۔ شراب نوشی آدھے گھنٹے تک جاری رہی۔

پھر ایک چھوٹی سی لانچ کشتی کے قریب آکر رکی اور اس پر سے تین دیسی آدمی کشتی پر منتقل ہوئے۔ جیسے ہی وہ کیبن میں داخل ہوئے غیر ملکی اٹھ گیا۔ وہ تینوں مودبانہ کھڑے رہے۔

"میری روانگی کے بعد یہاں سے لنگر اٹھا دینا۔!" اس نے اُن سے کہا۔

"بہت بہتر جناب....!" ایک نے جواب دیا۔

کشتی کے عرشے پر پہنچ کر وہ لانچ میں اُتر گیا اور فوراً ہی لانچ فراٹے بھرتی ہوئی ایک طرف نکلی چلی گئی۔

وہ تینوں کیبن میں سوئے ہوئے کتے کو بغور دیکھے جارہے تھے۔ دفعتاً ایک آدمی چونک کر بولا۔ "لنگر اٹھادو....!"

"اب کہاں جائیں گے....؟" دوسرے نے پوچھا۔

"راشد جانے۔!" تیسرے نے کہا۔

راشد انہیں گھورتا ہوا بولا۔ "اپنے کام سے کام رکھو....!"

"یار خفا کیوں ہوتے ہو۔!"

"نہیں خواہ مخواہ سوال نہ کیا کرو.... جہاں بھی جانا ہوگا تمہیں جانا ہی پڑے گا۔!"

"بڑا جان جوکھم کام ہے۔!"

"کیا مطلب....؟" راشد کی بھنویں تن گئیں۔

"اب میں بچہ بھی نہیں ہوں کہ ان باتوں کا مطلب نہ سمجھ سکوں۔!" اس نے سوئے ہوئے تے کی طرف دیکھ کر کہا۔

"اختر اسے سمجھاؤ....!" راشد نے دوسرے آدمی سے کہا۔

"مجھے نہیں معلوم تھا کہ اس قسم کے کام کرنے پڑیں گے۔!"

"تم پاگل تو نہیں ہوگئے ہو راجو....!" اختر اس کا شانہ جھنجھوڑ کر بولا۔

"میں نے آج کے اخبار میں اس شخص کی تصویر دیکھی تھی جسے کسی درندے نے مار الا....اور شاید کل صبح پھر کوئی تصویر دیکھوں....!"

"راجو....!" راشد حلق پھاڑ کر دہاڑا۔ چند لمحے اُسے گھورتا رہا پھر سرد لہجے میں بولا۔ "شاید ٹیاں لگ گئی ہیں۔ وہ دن یاد کرو جب تمہارے بچے فاقے کر رہے تھے اور میں نے تمہاری مدد کی تھی۔ اب ہر ماہ تمہارے گھر پانچ سو روپے پہنچ جاتے ہیں۔!"

راجو نے کچھ کہنے کے لئے ہونٹ ہلائے ہی تھے کہ اختر نے اس کو آنکھ ماری اور وہ نچلا ہونٹ انتوں میں دبائے دوسری طرف دیکھنے لگا۔

"آئندہ میں اس قسم کے حوالے نہیں سننا چاہتا۔" راشد نے کہا اور انجن روم کی طرف چلا گیا۔

"بیوقوفی کی باتوں میں کیا رکھا ہے۔!" اختر آہستہ سے بولا۔ "اب تو پھنس ہی چکے ہیں۔ چلو نگر اٹھاؤ....!"

کچھ دیر بعد کشتی حرکت میں آگئی۔ اس وقت وہ تینوں ہی انجن روم میں تھے۔ دفعتاً راشد نے نماہی لے کر کہا۔ "میں سونا چاہتا ہوں۔ تم کشتی موبار کی طرف لے چلو....!"

"ہاں.... ہاں جاؤ....!" اختر بولا۔ "شدت سے غصہ آجائے تو بعد میں تھکن ہی معلوم وتی ہے۔!"

راشد نے اُسے تیز نظروں سے دیکھا تھا لیکن کچھ کہے بغیر انجن روم سے چلا گیا۔

"دروازہ بولٹ کردو.....!" اختر نے راجو سے کہا۔

ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ مزید کچھ کہنے کے لئے بے چین ہو۔ اختر دروازہ بولٹ کر کے پھر اس کے پاس لوٹ آیا۔

"تمہارے بھلے ہی کو کہہ رہا تھا۔" اختر بولا۔ "یہ کتا کوئی خبیث روح معلوم ہوتا ہے۔ پچھلی رات تم نے فلم میں جس آدمی کی تصویر دیکھی تھی۔ اُسی کی تصویر آج کے اخبار میں بھی چھپی تھی۔!"

راجو کچھ نہ بولا۔ اختر کہتا رہا۔ "آج بھی شاید یہ کوئی کارنامہ انجام دے کر آیا ہے۔ تبھی تو اس طرح بے ہوش پڑا ہے۔"

"میں کیا بتاؤں.....؟" راجو بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "اتنا جانتا ہوں کہ اگر دھرے گئے تو پھانسی کے تختے ہی کی سیر کرنی پڑے گی۔"

"میں تم سے متفق نہیں ہوں۔ بھلا ہم کیا جانیں کہ کتا کیا کرتا پھر رہا ہے۔ ہم تو ایک مال بردار کشتی پر ملازم ہیں اور بس زیادہ سے زیادہ سال دو سال کے لئے جائیں گے۔!"

سوال تو یہ ہے کہ راشد نے ہم سے جھوٹ کیوں بولا تھا۔ ہم تو اسے کسی بڑے سمگلر کا آدمی سمجھ کر اس کے جھانسے میں آگئے تھے لیکن یہ انگریز.....؟ تم نے دیکھا سالے نے کیسا پٹھانوں جیسا بھیس بدل رکھا تھا۔ کتنی روانی سے پشتو بولتا ہے۔!"

دفعتاً اختر چونک کر دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔ پھر اس نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر خاموش رہنے کا اشارہ کیا تھا۔

ٹھیک اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی۔ راجو نے دروازہ کھول دیا۔ راشد سامنے کھڑا انہیں گھورے جارہا تھا۔ پھر وہ انجن روم میں داخل ہو کر ایک طرف کھڑا ہو گیا۔

"کیوں.....؟ کیا نیند نہیں آئی۔" اختر نے اس کی طرف مڑتے ہوئے پوچھا۔

"نیند.....! راجو نے میری نیند اڑادی ہے۔!"

"میں معافی چاہتا ہوں راشد بھائی۔" راجو مسمسی سی شکل بنا کر بولا۔

راشد ایک اسٹول پر بیٹھتا ہوا بولا۔ "بھائی تم نے میرا کیا بگاڑا ہے کہ مجھ سے معافی مانگ رہے ہو۔ لیکن اتنا ضرور کہوں گا کہ تم اب یہ ملازمت ترک بھی نہیں کر سکتے۔ اگر باس کو تم پر ذرا سا شبہ بھی ہو گیا تو تمہاری لاش کا پتہ بھی نہیں چلے گا اور ساتھ ہی ہم دونوں خطرے میں پڑ جائیں گے۔!"

راجو کچھ نہ بولا۔ اختر نے ہنس کر کہا۔ "میں اسے یہی سمجھا رہا تھا کہ اگر ہم دھرے بھی گئے

زیادہ سے زیادہ تین سال کے لئے جائیں گے کیوں کہ ہم اس کے علاوہ کچھ نہیں جانتے۔ مال بردار کشتی پر ملازم ہیں۔!"

"پکڑے جانے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔!" راشد پیر پٹخ کر بولا اس کے لہجے میں جھلاہٹ تھی۔

"چلو مان لیا بابا....!" اختر نے سر ہلا کر کہا۔ "جاؤ سو جاؤ، آدمی کا ذہن ہے ہر طرح کی باتیں سوچ سکتا ہے۔!"

"جتنا جی چاہے سوچتے چلے جاؤ.... لیکن زبان بند ہی رہنی چاہئے۔!" راشد اٹھتا ہوا بولا۔

عمران نے ابھی تک ناشتے کی میز نہیں چھوڑی تھی۔ خود نہیں کھا رہا تھا بلکہ دوسروں کو کھاتے دیکھ کر اس طرح خوش ہو رہا تھا جیسے ان کا کھایا پیا ہوا اُسی کے پیٹ میں پہنچ رہا ہو اور یہ "دوسرے" جوزف اور سلیمان تھے۔ وہ دونوں ناشتہ کر رہے تھے اور عمران بڑے ادب سے ہاتھ باندھے میز کے قریب کھڑا تھا۔

ان دنوں ہفتے میں ایک بار یوں بھی ہوتا تھا.... عمران ناشتہ تیار کرتا دوپہر کا کھانا پکاتا.... شام کی چائے بناتا.... اور.... رات کا کھانا بھی انہیں کھلائے بغیر فلیٹ کے باہر قدم نہ نکالتا۔ اس دن کا نام اُس نے "یومِ خدمت" رکھا تھا۔

جوزف کو اس کی یہ حرکت قطعی پسند نہیں تھی۔ لیکن مجبوری.... عمران گردن پکڑ کر اسے میز کے قریب بٹھا دیتا تھا اور سلیمان تو ٹھہرا ہی حکم کا غلام۔ بڑی سعادت مندی سے میز پر جم جاتا اور نظام سقے کی طرح حکمرانی شروع کر دیتا۔

"دلیا اور....!" اُس نے دلیے کی قاب کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"بہت بہتر جناب....!" عمران جھک کر قاب اٹھاتا ہوا بولا اور کچن کی طرف چلا گیا۔

"تم سالا بے شرم ہے....!" جوزف نے سلیمان کو آنکھ دکھائی۔

"اور تو.... مادرزاد اندھا ہے.... تجھے صاحب کی خوشی ایک آنکھ نہیں بھاتی۔!"

"باس پر خدا رحم کرے۔!" جوزف ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "ہفتے کو اس پر نگوڈا کا سایہ ہو جاتا ہے۔!"

"کیا یہ تیرے ملک کی کوئی فلم اسٹار ہے....؟"

"زبان بند کرو.... نگوڈا تین سروں والا سانپ ہے۔!"

سلیمان کچھ کہنے ہی والا تھا کہ عمران واپس آگیا۔

"دنیا تو ختم ہو گیا جناب عالی۔!"

"خیر کوئی بات نہیں۔!" سلیمان نے لاپرواہی سے کہتے ہوئے جوزف سے سلسلہ کلام جاری رکھا۔ "تین سروں والے سانپ کا کیا مطلب ہے۔۔۔؟"

"بس کرو۔۔۔!" جوزف پیر پٹخ کر بولا۔ پھر وہ اٹھ ہی گیا تھا۔

"کافی اور انڈیلوں جناب۔۔۔!" عمران نے بڑے ادب سے پوچھا۔

"مجھے معاف کرو باس ورنہ میں پاگل ہو جاؤں گا۔!"

اس کے بعد وہ وہاں نہیں ٹھہرا۔

"بد نصیب ہے۔۔۔!" سلیمان ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"وہ کس طرح جناب عالی۔۔۔!"

"آپ جیسے بڑے آدمی کا آقا بننا پسند نہیں کرتا۔ کہہ رہا تھا کہ بچے کو باس پر تکوڈا کا سایہ ہو جاتا ہے۔!"

"تکوڈا۔۔۔؟"

"جی ہاں۔۔۔ میں سمجھا تھا شاید بالی وڈ کی کسی اداکارہ کا نام ہے۔!"

"تو پھر۔۔۔!"

"کہنے لگا تین سروں والے سانپ کو کہتے ہیں۔!"

"وہ تو میں خود ہی ہوں جناب عالی۔!" عمران شرمیلے لہجے میں بولا "آپ کو پتہ اور چاہئے؟"

"گہرے رنگ والا سوٹ چاہئے۔ آج میٹنی شو دیکھنے جاؤں گا۔!"

"بہت بہتر جناب۔۔۔! میں ابھی پریس کئے دیتا ہوں۔!"

"کوٹ کی جیب میں دس کا ایک نوٹ بھی رکھ دیجئے گا۔!"

"لیکن میری جیب میں تو اس وقت صرف باسٹھ پیسے پڑے ہوئے ہیں جناب۔۔۔!"

"مجھ سے ادھار لے لیجئے۔۔۔!" سلیمان نے بڑی فراخ دلی سے کہا۔

"بہت بہت شکریہ جناب۔۔۔ کیا اب میں میز صاف کر دوں۔!"

ٹھیک اسی وقت کسی نے باہر سے کال بیل کا بٹن دبایا۔

"ذرا دیکھئے تو کون ہے۔۔۔!" سلیمان نے برا منہ بنا کر کہا۔

"بہت بہتر جناب۔۔۔!" عمران دروازے کی طرف بڑھ کر بولا۔

تھوڑا سا دروازہ کھولا اور پھر جلدی سے بند کر کے سلیمان سے کہا "کیپٹن فیاض ہیں جناب۔!"

"ارے باپ رے باپ سلیمان اچھل کر کھڑا ہو گیا اور پھر وہ کچن کی طرف بھاگ نکلا تھا۔
عمران نے دوبارہ دروازہ کھول کر کیپٹن فیاض کو اندر آنے کا اشارہ کیا۔ کمرے میں داخل ہو کر فیاض نے گھورتی ہوئی نظروں سے چاروں طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔"کون تھا....؟"

"کوئی بھی نہیں۔!"

"تم نے بڑے ادب سے کسی کو میرے آنے کی اطلاع دی تھی۔!"

"ارے.... وہ.... وہ تو میرے آج کے صاحب تھے۔!"

"کیا مطلب....؟"

"سلیمان صاحب....؟"

"بکواس مت کرو.... میں دیکھوں گا۔!"

"گھر حاضر ہے سوپر فیاض۔ تلاشی کے وارنٹ کے بغیر بھی تم تلاشی لے سکتے ہو....!"

فیاض نے اس پیشکش پر تکلف سے کام نہیں لیا تھا۔ فلیٹ کا کونا کونا چھان کر پھر نشست کے کمرے میں آ بیٹھا۔

"تمہیں خواہ مخواہ وہم ہو گیا ہے۔ دراصل میں ہفتے میں ایک بار عوام کا خادم بننے کی پریکٹس کرتا ہوں۔ کیوں کہ بڑھاپے میں لیڈری کرنے کا ارادہ ہے۔ فی الحال میرے قبضے میں دو عدد عوام ہیں۔ جوزف اور سلیمان۔!"

خلاف معمول فیاض کے چہرے پر اکتاہٹ کے آثار نہیں تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے عمران کی باتوں میں بڑے خلوص سے دلچسپی لے رہا ہو۔

"دو طرح کی عوام سمجھ لو....!" عمران نے فیاض کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ ساری دنیا میں صرف دو قسم کے عوام پائے جاتے ہیں۔ سعادت مند عوام.... اور احتجاج کرنے والے عوام.... جوزف سعادت مند عوام کا نمائندہ ہے اور سلیمان احتجاج کرنے والوں کا۔ لہٰذا ابھی میں اس کے لئے ایک سوٹ پریس کروں گا۔ کیونکہ وہ آج میٹنی شو دیکھنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ رہا جوزف تو اُس کی چمڑی ادھیڑ کر بھی تمہیں دکھا سکتا ہوں۔!"

"میں منتظر ہوں کہ تم اپنی بات ختم کرنے کا اعلان کب کرتے ہو...!" فیاض مسکرا کر بولا۔

"سوال بات کا نہیں.... کام کا ہے.... اس کے منتظر رہو کہ کام کب ختم ہوتا ہے۔!"

"کیا مطلب....؟"

"اب دوپہر کا کھانا تیار کروں گا۔ تم چاہو تو تم بھی دوپہر کا کھانا عوام ہی کے ساتھ کھا

سکتے ہو۔!"

"میں نہیں سمجھا...!"

"ہفتے کو صبح سے رات تک عوام کی خدمت کرتا رہتا ہوں۔ وہ تو کہو تم آگئے ورنہ اس وقت سلیمان مجھ سے ایک بار پھر کافی کے لئے پانی گرم کراتا۔ دوپہر کے کھانے پر اُس کی تقیدیں سنی ہوں تو میری دعوت قبول کرلو۔"

"میں سمجھ گیا.... تم کیا کر رہے ہو گے....!" فیاض ہنس پڑا۔

"مجبوری ہے....!" عمران مسمسی صورت بنا کر بولا۔ "لیڈری بہر حال کرنی ہے۔!"

"آدمی کب بنو گے۔!"

"یہی سب سے مشکل کام ہے۔ اسی لئے تو لیڈری کی سوجھی ہے۔!"

"خیر ختم کرو.... میں یہ بتانے آیا ہوں کہ تمہارا خیال درست نکلا۔ لاش کے آس پاس کچھ بال ملے ہیں۔ اسپیشلسٹ کی رپورٹ کے مطابق وہ کسی کتے کے بال ہیں۔!"

"اُس عمارت میں پائے جانے والے کسی کتے کے بھی ہو سکتے ہیں۔!"

"نہیں.... وہاں کتے نہیں تھے۔!"

"اور موبار کی اس عمارت میں بھی کتے نہیں تھے جہاں پروفیسر کی لاش ملی تھی۔!"

"ہاں وہاں بھی نہیں تھے۔!"

"جزیرہ موبار کی اس عمارت اور یہاں شہر میں فرسٹ سیکریٹری کی قیام گاہ کے درمیان کتنا فاصلہ ہو گا۔!"

"میں نہیں سمجھا کہ تم کیا کہنا چاہتے ہو....!" فیاض اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

"بس سمجھ جاؤ.... یہ کوئی آوارہ کتا نہیں معلوم ہوتا اگر اتنا ہی خطرناک ہے تو اس کی نگرانی کے لئے بھی دو چار آدمی ساتھ رہے ہوں گے۔!"

"ہاں اس کے امکانات پر غور کرتا رہا ہوں۔!"

"کئے جاؤ غور.... اچھا اب مجھے اجازت دو.... ابھی کوفتوں کے لئے مسالا پینا ہے۔!"

"تمہیں میرے ساتھ چلنا ہے۔!"

"ناممکن.... عوام کی اجازت حاصل کئے بغیر گھر سے باہر قدم نہیں نکال سکوں گا۔!"

"مذاق کسی اور وقت پر اٹھا رکھو.... یہ بہت ضروری ہے۔!"

"میرے عوام....!"

"پلیز.... عمران....!" فیاض ہاتھ اٹھا کر بولا۔

"ان دونوں سے اجازت دلوادو۔!"

"کیوں بکواس کر رہے ہو۔!"

"یقین کرو.... اپنے بنائے ہوئے دستور کا پابند ہوں۔ ہفتے میں ایک دن ان دونوں کی خدمت میں نے اپنے اوپر فرض کرلی ہے۔!"

"میری طرف سے اجازت ہے صاحب....!" دفعتاً سلیمان نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔ غالباً وہ چھپ کر ان دونوں کی بات چیت سنتا رہا تھا۔

"واقعی....!" عمران نے دیدے نچائے۔

"ایک شرط کے ساتھ....!"

"شرط بھی ہے....!" عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔

"جی ہاں.... دس روپے آپ مجھ سے ضرور قرض لیں گے۔!"

"منظور.... اچھا اب مسٹر جوزف کو بھی بلاؤ۔!"

"وہ اپنے کمرے میں بیٹھا رو رہا ہے۔!"

"کیوں....؟"

"اُسے کچھ کچھ یقین ہو چلا ہے کہ آپ....!" سلیمان نے کہتے ہوئے اپنی کنپٹی کے قریب انگلی نچائی۔

"بے چارے سعادت مند عوام....!" عمران کا لہجہ دردناک تھا۔

چند لمحے خاموش رہ کر بولا۔ "اگر وہ میرے بارے میں ایسے خیالات رکھتا ہے تو پھر اس نالائق کی اجازت درکار نہیں۔ میں چل رہا ہوں کیپٹن فیاض۔!"

اس دوران میں کیپٹن فیاض کے چہرے پر بیزاری کے آثار نظر آتے رہے تھے۔

کچھ دیر بعد فیاض کی گاڑی کسی نامعلوم منزل کی طرف اڑ رہی تھی۔ وہ خود ہی ڈرائیو کر رہا تھا اور عمران اس کے برابر ہی خاموش بیٹھا ہونقوں کی طرح چاروں طرف دیکھتا جا رہا تھا۔

"آخر سر سلطان کی طرف سے براہِ راست اس قسم کی کوئی تجویز کیوں آئی۔!" فیاض کچھ دیر بعد بولا۔

"میرا خیال ہے کہ سر سلطان سنکی ہیں۔ روزا میکس زیادہ سے زیادہ چوبیس سال کی ہوگی۔" عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "ہائیں تم مجھے کہاں لئے جا رہے ہو....؟"

"سر سلطان کی ہدایت کے مطابق میں نے لڑکی سے براہِ راست پوچھ گچھ نہیں کی۔ لیکن اس نے سفیر کو کچھ بتایا ہے۔!"

"سوپر فیاض.... میں نے تم سے صرف یہ پوچھا تھا کہ مجھے کہاں لے جا رہے ہو۔!"

"تمہارا کیا خیال ہے....!"

"چلو کہیں بیٹھ کر تمبولا کھیلیں۔!" عمران نے تجویز پیش کی۔

فیاض نے نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا لیا۔ عمران اسے کنکھیوں سے دیکھ رہا تھا۔ دفعتاً سنجیدگی اختیار کر کے بولا۔ "اگر تم مجھے کسی کارروائی شناخت کے لئے کہیں لے جا رہے ہو تو اس خیال سے باز آجاؤ۔!"

"اوہو.... تو تم سمجھ گئے....!"

"فیاض....!"

"ہوں.... ہوں سن رہا ہوں۔!"

"گاڑی یہیں روک دو....!"

"خوب.... تو تمہیں یقین ہے کہ روزا میکس تمہیں پہچان لے گی۔!"

"کیپٹن فیاض....! سر سلطان کی اس ہدایت کا مطلب یہ تھا کہ تم محض ضابطہ کی کارروائی کرتے رہو۔!"

"یہ بھی ضابطے کی کارروائی ہے۔ روزا میکس کا بیان ہے کہ صرف ایک مقامی آدمی پروفیسر میکس سے ملنے آتا رہا تھا جس کا حلیہ پورے شہر میں صرف تم پر فٹ ہوتا ہے۔!"

"سفیر نے تمہیں اس کا حلیہ بتایا ہے۔!"

"ہاں۔!"

"اور جب میں وہاں پہنچوں گا تو روزا کارروائی شناخت کے لئے پہلے سے موجود ہو گی۔!"

"واقعی تم ٹھیک سمجھے۔!"

"تو تم سفیر کو مطلع کر کے میرے پاس آئے ہو گے کہ کسی کو کارروائی شناخت کے لئے لا رہے ہو۔!"

"نہیں میں نے ایسی کوئی بات نہیں کی۔ بس تم میرے ساتھ ہو گے۔!"

"تب پھر مجھے تو بالکل مزہ نہیں آئے گا۔!" عمران چہکا۔

"کیا مطلب....؟"

"یار.....!احمقوں کی باتوں کا بھی کوئی مطلب ہوا کرتا ہے۔ چلو..... جہاں جی چاہے لے چلو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔!"

فیاض نے اُسے کنکھیوں سے دیکھا تھا پھر اس کی آنکھوں میں تشویش کے آثار نظر آنے لگے تھے۔ گاڑی سفیر کی قیام گاہ کے پھاٹک پر پہنچی ہی تھی کہ خود سفیر پھاٹک کی طرف آتا نظر آیا۔ بدحواسی اس کے چہرے سے ظاہر ہو رہی تھی اور سانس پھولا ہوا تھا۔

"آفیسر.....! وہ غائب ہو گئی۔!" سفیر ہانپتا ہوا بولا۔

اسے دیکھ کر یہ دونوں گاڑی سے نیچے اتر آئے تھے۔

"کب کی بات ہے.....؟" فیاض نے پوچھا۔

"ابھی میں نے اُسے بلوایا تھا جہاں مقیم تھی وہاں نہیں ملی۔!"

"کوئی اور بھی تھا اس کے ساتھ.....؟" فیاض نے پوچھا۔

"دو ملازم..... دونوں اسی عمارت میں بیہوش پڑے ملے ہیں۔!"

"اگر آپ اسے ہماری تحویل میں دے دیتے تو شاید ایسا نہ ہوتا۔!"

"کچھ کرو آفیسر..... میں بڑی دشواریوں میں پڑ گیا ہوں۔!"

"وہ دونوں ملازم کہاں ہیں.....؟"

"اسی عمارت میں.....!"

"پتہ بتائیے..... ہم دیکھ لیں گے.....!" فیاض بولا۔

سفیر نے اسے پتہ لکھوایا اور وہ دونوں پھر گاڑی میں بیٹھ گئے۔

"یہ سفیر ہے یا فلمی والد.....!" عمران پر تشویش لہجے میں بولا۔

"کیا مطلب.....!"

"کچھ نہیں..... میرا وقت برباد کراتے پھرو.....!"

"ذرا اس عمارت تک اور.....!"

"چلو..... چلو اب ان دونوں نوکروں سے بھیرویں بھی سنواؤ گے۔"

کچھ دیر بعد گاڑی ماڈل ٹاؤن کی ایک عمارت کے قریب رکی۔

"سوپر فیاض.....! عمارت میں داخل ہونے سے پہلے اپنے کسی ماتحت کو فون کر دو.....!"

عمران نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"کیا مطلب.....؟"

"قاعدے کی بات بتائی ہے۔!"

"اونہہ.... یہاں فون کہاں سے کروں گا۔!"

"اچھی بات ہے.... تم مجھے یہیں چھوڑ جاؤ۔!"

"کہنا کیا چاہتے ہو....؟"

"یہی کہ عمارت میں داخل ہونا یا نہ ہونا تمہارا مسئلہ ہے میرا نہیں۔!"

"اچھی بات ہے۔ میں خود ہی دیکھتا ہوں۔!" فیاض جھنجھلا کر بولا۔

"میں تمہیں اتنا احمق نہیں سمجھتا تھا۔!"

"کیا مطلب....؟"

"کچھ نہیں....! سفیر صاحب نے ازراہِ عنایت اپنا آدمی تمہارے ساتھ نہیں بھیجا۔ وہ دونوں ملازمین بھی یہاں بیہوش پائے گئے تھے کم از کم سفیر ہی کے کسی آدمی کے زیرِ نگرانی ہونے چاہئے تھے۔!"

"ہو سکتا ہے کوئی اندر موجود ہو....!"

"سفیر صاحب نے ایسی کوئی بات نہیں کہی تھی۔!"

"آخر تم کہنا کیا چاہتے ہو....؟"

"تمہاری خیریت....!" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "اس لئے ناچیز کا مشورہ یہ ہے کہ سیدھے اپنے دفتر جاؤ اور وہاں سے سفیر کو فون کر کے کہو کہ ان دونوں ملازمین کو تمہارے دفتر بھجوادے۔!"

فیاض سوچ میں پڑ گیا۔ پھر سر ہلا کر بولا۔ "تم ٹھیک کہتے ہو۔!"

گاڑی دوبارہ اسٹارٹ ہوئی اور آگے بڑھ گئی۔

"آخر سر سلطان....!" فیاض کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

"سر سلطان کی بات نہ کرو....!" عمران بولا۔

"کیوں....؟"

"میں نہیں جانتا کہ انہوں نے تم تک وہ پیغام کیوں بھجوایا تھا۔!"

"ہوں.... اچھا....!" فیاض پُر تفکر لہجے میں بولا۔ "تو پھر میں ان دونوں ملازمین کا بیان لے کر خاموشی سے بیٹھ رہوں۔!"

"ذہین بچے معاملات کی تہہ تک فوراً پہنچ جاتے ہیں۔!"

"لیکن تمہارے والد نامدار میری زندگی تلخ کردیں گے۔!"

"سر سلطان کا پیغام ان کے گوش گزار کیا جاسکتا ہے۔!"

"جہنم میں جائیے۔!" فیاض بھنا کر بولا۔ "دو راتوں سے پوری نیند کو ترس رہا ہوں۔"

عمران کچھ نہ بولا۔ اس کی نظر بار بار عقب نما آئینے کی طرف اٹھ رہی تھی۔

"فیاض.... اگلے موڑ سے نکالو گاڑی۔!"

"کک.... کیوں....؟"

"موڑو.... موڑو....!"

فیاض نے حیل و حجت کے بغیر اس کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے کہا۔ "آج ہی سارے بدلے گن گن کر لینا۔!"

"اب اگلی گلی میں مڑ کر دوسری طرف نکل چلو....!"

"اوہ....!" فیاض عقب نما آئینے پر نظر ڈالتا ہوا بڑبڑایا۔ "تعاقب....!"

"فکر نہ کرو.... چلے چلو....!"

گلی سے نکل کر وہ دوسری سڑک پر آنکلے۔ عقب نما آئینے میں نیلے رنگ کی دو کس ویگن اب بھی نظر آرہی تھی۔

"اب کیا خیال ہے....؟" فیاض نے پوچھا۔

تعاقب کا سلسلہ سفیر کی کوٹھی سے شروع ہوا تھا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ تم گل فام ہو یا میں رشکِ قمر ہوں۔ لہٰذا مجھے ٹپ ٹاپ کے قریب اتار دینا۔!"

"اس سے کیا ہوگا۔!"

یار عقل استعمال کرو.... تمہارا تعاقب مقصود ہوتا تو سفیر کی کوٹھی تک پہنچنے سے پہلے گاڑی دکھائی دیتی۔

"اچھا.... اچھا.... سمجھ گیا۔!"

عمران کچھ نہیں بولا تھا۔ نیلی گاڑی تعاقب کرتی رہی۔

ٹپ ٹاپ کے قریب فیاض نے گاڑی روک دی۔

دو کس ویگن آگے بڑھتی چلی گئی۔ کچھ دور جا کر وہ بھی رک گئی تھی۔

عمران گاڑی سے اتر کر فٹ پاتھ پر کھڑا ہو گیا اور فیاض نے گاڑی آگے بڑھادی لیکن دو کس ویگن جہاں تھی وہیں کھڑی رہی۔

عمران نے سر کو خفیف سی جنبش دی اور کلب کی کمپاؤنڈ میں داخل ہو گیا۔ لیکن اس کا رخ عمارت کی بجائے پارکنگ شیڈ کی طرف تھا۔ ایک ستون کی اوٹ میں رک کر پھاٹک کی طرف دیکھنے لگا۔

کچھ دیر بعد نیلی گاڑی کمپاؤنڈ میں داخل ہوتی نظر آئی۔

عمران اس پوزیشن میں تھا کہ عمارت کے صدر دروازے والی سمت کے علاوہ اور کسی طرف سے بھی نہیں دیکھا جا سکتا تھا۔

گاڑی سے اترنے والا غیر ملکی ہپی صدر دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

عمران اُسے دیکھ کر چونکا تھا پھر ایک معنی خیز مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر نمودار ہوئی تھی۔ آہستہ آہستہ ٹہلتا ہوا وہ صدر دروازے کے قریب پہنچا۔ ہپی تھوڑے ہی فاصلے پر کھڑا شاید ڈائننگ ہال میں بیٹھے ہوئے لوگوں کا جائزہ لے رہا تھا۔

عمران نے طویل سانس لی اور آگے بڑھ کر ایسی حرکت کر بیٹھا جسے معمولی عقل رکھنے والا کوئی سراغ رساں بھی حکمت عملی تسلیم کر لینے پر تیار نہ ہوتا۔

اس نے ہپی سے مودبانہ پوچھا۔ "کیا آپ کو گائیڈ کی ضرورت ہے۔!"

ہپی نے اُسے غور سے دیکھا اور پر مسرت آمیز انداز میں اچھل پڑا۔

"تم گائیڈ ہو....!" اس کی چہکتی ہوئی سی آواز پر ہال کے دوسرے لوگ بھی متوجہ ہو گئے۔

"جی ہاں.... جناب....!" عمران آہستہ سے بولا۔

"میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ تم خود ہی مجھ سے مل بیٹھو گے۔!" وہ عمران کا بازو پکڑ کر گرم جوشی کا مظاہرہ کرتا ہوا بولا۔ "آؤ....! پہلے کچھ کھا پی لیں میرے دوست تم میری خوشی کا اندازہ نہیں کر سکتے۔!"

وہ اُسے کھینچتا ہوا ایک خالی میز کے قریب لایا۔

"بیٹھو.... بیٹھ جاؤ.... ایسا معصوم چہرہ میں نے آج سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔"

عمران کسی سعادت مند بچے کی طرح اس کے کہنے پر عمل کر رہا تھا۔

ہپی نے ویٹر کو بلا کر کافی اور سینڈوچ کا آرڈر دیا۔

"میں صرف چائے پیتا ہوں۔!" عمران شرمیلے لہجے میں بولا۔

"اچھا.... اچھا.... ان کے لئے چائے لاؤ....!"

ویٹر کے چلے جانے کے بعد وہ عمران کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ "بہت دور سے تمہارا

تعاقب کرتا چلا آرہا تھا۔!"

"مم.... میرا تعاقب....؟" عمران نے احمقانہ انداز میں مزید کچھ کہنے کی کوشش کی تھی کہ وہ ہاتھ اٹھا کر بولا۔ پہلے میری پوری بات سن لو۔ "مجھے ایک ایسے چہرے کی تلاش تھی۔!"

"ایسے چہرے کی۔!" عمران نے اپنے چہرے کی طرف انگلی اٹھا کر سوال کیا۔

"ہاں.... اتنی معصومیت میں نے کسی مرد کے چہرے پر نہیں دیکھی۔ دنیا کی بہتیری اقوام سے میرا رابطہ رہا ہے۔ لیکن تم....!"

عمران کسی ناتجربہ کار لڑکی کی طرح شرمارہا ہے۔

"اوہ.... اوہ....!" ہپی کا جوش اور اضطراب بڑھتا جارہا تھا۔ کچھ کہتے کہتے رک کر اس نے اپنا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبالیا اور عمران کو شوخ نظروں سے دیکھتا رہا۔

عمران سر جھکائے بیٹھا تھا۔ آخر ہپی نے میز پر ہاتھ مار کر کہا۔ "اب میں تمہارے فائدے کی بات کہوں گا۔!"

"مم.... میرے فائدے کی....!" عمران ہونقوں کی طرح سر اٹھا کر بولا۔

"ہاں.... ہاں.... پہلے یہ بتاؤ کہ کیا کرتے ہو....؟"

"آج کل تو بیکار ہوں اس سے پہلے کمیشن ایجنٹ تھا۔!"

"کس چیز کی ایجنسی تھی....؟"

"یہ نہ پوچھو.... بتاتے ہوئے شرم آتی ہے۔!"

"شرم کی بات ہے.... بتاؤ.... شاید اس سے بہتر کوئی کام تمہارے لئے تلاش کر سکوں۔!"

"دراصل میں پولیس انفارمر ہوں۔!"

"ہوں.... آوں....!" وہ پُر تفکر لہجے میں بولا۔ "عام لوگ اچھی نظروں سے نہیں دیکھتے، ایسے لوگوں کو....!"

"اسی لئے تو بتاتے ہوئے شرم آتی ہے۔!"

"خیر.... خیر.... تم میری تجویز سنو گے تو اچھل پڑو گے۔!"

اتنے میں ویٹر طلب کی ہوئی اشیاء لے آیا۔

عمران چائے دانی کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ اب ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اس سے قبل کی ساری گفتگو اس کے لئے بے معنی ہو کر رہ گئی ہو۔ جلد سے جلد پیالی میں چائے انڈیل لینا چاہتا تھا۔

"اب میں تمہیں اپنے بارے میں بتاتا ہوں۔" ہپی نے سینڈوچ پر ساس لگاتے ہوئے کہا۔

"ضرور۔۔۔ضرور۔۔۔!"

"میں ہالی ووڈ کے ایک بہت بڑے فلمی ادارے کا نمائندہ ہوں۔!"

"اوہ۔۔۔تب تو تم نے صوفیہ لورین کو بھی قریب سے دیکھا ہوگا۔" دفعتاً عمران چہک کر بولا

"کیوں نہیں۔۔۔کیوں نہیں۔!"

"کیسی لگتی ہے۔۔۔؟" عمران نے شرم آلود ندیدے پن کا مظاہرہ کرتے ہوئے پوچھا۔

"اب اس میں کیا رکھا ہے۔۔۔!" ہپی نے بیزاری سے کہا۔

"نہیں ایسا نہ کہو۔۔۔وہ ہمیشہ اچھی لگتی رہے گی۔!"

"کیا تم اُسے قریب سے دیکھنا چاہتے ہو۔۔۔؟"

"میرا ایسا مقدر کہاں۔۔۔!"

"تب تو تم سچ مچ میری تجویز سن کر اچھل پڑو گے۔!"

"ارے تو بتاؤ نا۔۔۔!"

"ہمارا ادارہ امن کے موضوع پر ایک فلم بنانا چاہتا ہے۔ لہٰذا اس کے نمائندے معصوم چہروں کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے ہیں۔!"

"سچ مچ۔۔۔!" عمران بے حد خوشی ظاہر کرتا ہوا بولا۔

"ہاں اور اب تم مجھے بتاؤ کیا یہ پیشہ اپنے لئے مناسب سمجھتے ہو۔!"

"ہائے۔۔۔!میں تو بچپن ہی سے فلمی ہیرو بننے کے خواب دیکھتا رہا ہوں۔!"

"بس تو میں تمہاری متحرک تصویروں کی ایک ریل تیار کر کے پہلی فلائٹ سے ہالی وڈ بھجوا دوں گا۔!"

"مجھے یقین نہیں آرہا۔ کہیں تم نشے میں تو نہیں ہو میرے دوست۔۔۔!"

ہپی نے قہقہہ لگایا۔ چند لمحے ہنستا رہا پھر بولا۔ "ابھی تمہیں یقین آجائے گا۔!"

تھوڑی دیر بعد ہپی نے ویٹر کو طلب کر کے بل کی قیمت ادا کی اور وہ دونوں اٹھ کر باہر آئے۔

گاڑی کے قریب پہنچ کر ہپی نے عمران کے لئے اگلی نشست کا دروازہ کھولا۔ پھر دوسری طرف سے خود بھی بیٹھ کر انجن اسٹارٹ کرنے لگا۔

"مجھے اپنے گھر لے چلو۔۔۔!" اس نے پھاٹک سے گاڑی نکالتے ہوئے کہا۔

"ضرور۔۔۔ضرور۔۔۔ لیکن آج کل میرے حالات بہت خراب ہیں۔ دو ماہ سے اپنے ملازموں کو تنخواہ نہیں دے سکا۔ اس لئے اب مجھے ان کی خدمت کرنی پڑتی ہے۔!"

"کیا مطلب....!"

"ان کیلئے کھانا اور ناشتہ تیار کرنا پڑتا ہے جب تک تنخواہ ادا نہ کروں اس طرح زندگی بسر ہو گی۔!"

"کیا یہ تمہارے ملک کا قانون ہے....؟"

"نہیں یہ.... یہ آپس میں سمجھوتے کی بات ہے....!"

"فطرتاً بھی معصوم ہی لگتے ہو....!" ہپی ہنس کر بولا۔ "بہر حال اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ میں تمہارے گھر ضرور چلوں گا۔ ریل تیار کرنی ہے نا کچھ تصویریں وہاں بھی لوں گا۔!"

کسی قدر ہچکچاہٹ ظاہر کرنے کے بعد عمران اس پر تیار ہو گیا تھا۔

فلیٹ مقفل ملا۔ شاید سلیمان جوزف کو بھی بہکا کر اپنے ساتھ کہیں لے گیا تھا۔

ایک کنجی عمران کی جیب میں بھی موجود تھی لیکن وہ مایوسانہ انداز میں سر ہلا کر بولا۔ "مجھے بے حد افسوس ہے مسٹر.... وہ دونوں کسی طرف نکل گئے۔!"

"کوئی بات نہیں۔ اور کہیں چلتے ہیں۔" ہپی نے کہا ویسے اس نے عمران کو فلیٹ کے دروازے کے قریب کھڑا کر کے ایک بار کیمرہ چلایا تھا۔

پھر وہ دوبارہ نیچے آئے اور ہپی نے سڑک کی دوسری جانب سے بلڈنگ کی تصاویر بھی لیں۔

"بڑی عجیب بات ہے۔!" دفعتاً عمران بڑبڑایا۔

"کیا مطلب....!"

"اتنا کچھ ہو گیا لیکن ابھی تک نہ تم نے اپنا نام بتایا اور نہ میرا نام جاننے کی کوشش کی۔!"

"ناموں میں کیا رکھا ہے میرے دوست....!" ہپی بولا۔ "نام ہی تو ہمیں ایک دوسرے سے بہت دور کر دیتے ہیں۔ تم میں ہو.... اور.... میں تم ہوں۔!"

"کیا اب ہم فلم سے فلسفے کے دور میں داخل ہو رہے ہیں۔" عمران نے چونک کر پوچھا۔

"ختم کرو.... چلو بیٹھو گاڑی میں.... تم مجھے ولیم کہہ سکتے ہو....!"

"میں عمران ہوں....!"

دونوں نے احمقوں کی طرح ہنستے ہوئے ہاتھ ملائے اور گاڑی میں بیٹھ گئے۔ "اب تم مجھے اپنی گرل فرینڈ کے پاس لے چلو۔" ہپی نے عمران سے کہا۔

"اگر ضمانت چاہتے ہو تو کسی بینکر کے پاس لے چلوں۔!" عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "گرل فرینڈ بے چاری اس سلسلے میں کیا کر سکے گی۔!"

"ضمانت کی ضرورت نہیں۔ لڑکیوں کے ساتھ تمہارا رویہ بھی فلمانا چاہتا ہوں۔!"

"میرا سرے سے کوئی رویہ ہی نہیں ہوتا۔ البتہ لڑکیوں کا رویہ ساؤنڈ ٹریک کے بغیر سمجھ میں نہیں آتا۔!"

"میں نہیں سمجھا۔!"

"گالیاں دیتی ہیں اگر قریب سے بھی گزر جاؤں۔!"

"پھر بھی میں دیکھنا چاہتا ہوں۔!"

"مجھے آج تک کسی لڑکی نے لفٹ ہی نہیں دی۔!"

"حالانکہ بڑی سکس اپیل رکھتے ہو۔!"

"شکریہ.....!" عمران شرما کر بولا۔

"اچھی بات ہے.....! چلو میں تمہیں ایک لڑکی کے پاس لے چلتا ہوں۔!"

"کتنی دیر میں دوست بن جائے گی.....؟" عمران نے سوال کیا۔

"یہ تمہاری اپنی صلاحیت پر منحصر ہے۔!"

"اگر اس کا انحصار مجھ پر ہو گا تو پھر تم اپنا وقت ضائع نہ کرو۔!"

"کیوں.....؟"

"لڑکیوں کے قریب پہنچتے ہی میری گرامر بہت کمزور ہو جاتی ہے۔!"

"لڑکیوں سے ڈرتے ہو.....!" وہ ہنس پڑا۔

عمران نے شرما کر سر جھکا لیا۔

"میں نے سنا تھا کہ تمہارے ملک میں اب بھی شرمیلی عورتیں پائی جاتی ہیں۔ لیکن تم.....! تم شاید ان سے بھی زیادہ شرمیلے ہو۔ مجھے یقین ہے کہ پہلی ہی فلم میں اسٹار بن جاؤ گے۔ مغرب کی لڑکیاں تم جیسے پر جان دیتی ہیں۔!"

"تب تو مشکل ہے.....!"

"کیا مشکل ہے.....!"

"لڑکیوں کی بات نہ کرو۔!"

"کمال ہے۔!"

گاڑی تیز رفتاری سے ساحلی علاقے کی طرف چلی جا رہی تھی۔ بالآخر ایک عمارت کے سامنے رکی۔

"اترو.....!" ہپی بولا۔ عمران خوشی سے اتر گیا۔ ہپی اسے عمارت کی طرف دھکیلتا ہوا

بولا۔ "چلو یہاں ایک ایسی لڑکی رہتی ہے جو تمہیں دیکھ کر بہت خوش ہوگی۔!"

"دو..... دیکھو..... دوست.....!" عمران ہانپ کر رہ گیا۔

"ہپی نے قہقہہ لگایا۔!" اور اسے دھکیلتا ہوا عمارت کی طرف بڑھنے لگا۔

کال بل کا بٹن دبانے پر کسی نے اندر سے دروازہ کھولا تھا۔ وہ دونوں طویل راہداری سے گزر کر ایک کمرے میں داخل ہوئے۔

دروازہ کھولنے والا بھی ہپی ہی کی طرح سفید فام تھا اور اس کے انداز سے ظاہر ہوتا تھا جیسے ہپی کے مقابلے میں کمتر حیثیت رکھتا ہو۔ ہپی نے اس سے کہا۔ "لڑکی کو لاؤ۔!"

وہ چلا گیا اور ہپی نے عمران سے پوچھا۔ "کون سی پیتے ہو.....؟"

"ابھی میری شادی نہیں ہوئی۔!" عمران شرما کر بولا۔

"کیا مطلب.....!"

"ہمارے یہاں کنوارے شاذونادر ہی پیتے ہیں۔ شادی کے بعد البتہ غم غلط کرنے کے لئے پینی پڑتی ہے۔!"

"بکواس مت کرو.....!" دفعتاً ہپی کا لہجہ بدل گیا۔

"اچھی بات ہے.....!" عمران نے سعادت مندانہ انداز میں سر کو جنبش دی۔

"کیا تم مجھے احمق سمجھتے ہو.....!" ہپی اسے گھورتا ہوا بولا۔

"میرے علاوہ اس بھری پُری دنیا میں تمہیں ایک بھی احمق نہیں ملے گا۔!" عمران نے غمناک لہجے میں کہا۔

دفعتاً ایک لڑکی کمرے میں داخل ہوئی۔ لیکن عمران پر نظر پڑتے ہی اس طرح ٹھٹک گئی جیسے غیر متوقع حالات کا سامنا کرنا پڑا ہو۔

ہپی اُسے دیکھ کر اٹھا نہیں تھا۔ وہ کبھی عمران کی طرف دیکھتا تھا اور کبھی لڑکی کی طرف۔ دفعتاً کسی کٹکھنے کتے کی طرح غرایا۔ "کیا یہی آدمی پروفیسر سے ملتا تھا.....؟"

"نہیں تو.....!" وہ برجستہ بولی۔

"تم جھوٹ بول رہی ہو۔!"

"ہٹ دھرمی کا کوئی علاج ہی نہیں۔!" لڑکی نے لاپرواہی سے کہا۔

"تم نے یہی حلیہ بتایا تھا۔!"

"میں نے کہا تھا کہ ایک خوب صورت سا نوجوان تھا لیکن یہ تو بالکل بے وقوف لگتا تھا۔!"

"یہ ایک پولیس انفارمر ہے....!"

"تو پھر میں کیا کروں....!"

عمران حیرت سے منہ پھاڑے کبھی روزا میکس کی شکل دیکھتا تھا اور کبھی ہپی کی۔

"تم بولو....!" دفعتاً ہپی ریوالور نکال کر اس کا رخ عمران کی طرف کرتا ہوا بولا۔ "کیا تم اس لڑکی کو پہچانتے ہو....؟"

"میرا خیال ہے کہ میں کسی پاگل کے چکر میں پڑ گیا ہوں۔" عمران نے خوف زدگی ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

"میرے سوال کا جواب دو۔!"

"میں تمہیں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ لڑکیاں مجھے منہ لگانا پسند نہیں کرتیں میری کسی لڑکی سے دوستی نہیں لیکن تم یہ قصہ نکال بیٹھے۔!"

"تم پولیس انفارمر ہو....!"

"یہ میں تمہیں پہلے بھی بتا چکا ہوں اور اُس وقت بھی ایک پولیس آفیسر ہی کی گاڑی سے اتر کر ٹپ ٹاپ میں داخل ہوا تھا۔!"

"تو اسی آفیسر کے لئے تم پروفیسر میکس سے ملتے رہے تھے۔!"

"پروفیسر میکس....؟" عمران کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "کہیں یہ نام سنا تو ہے۔ میرے خدا تو یہ وہ لڑکی ہے۔!"

"کیا مطلب....؟"

"آہا.... تم نے ابھی اس کا نام روزا میکس ہی تو لیا تھا۔!"

"ہاں.... تو پھر....؟"

"اُس آفیسر کو اسی لڑکی کی تلاش تھی۔!"

"تم اتنے اطمینان سے گفتگو کر رہے ہو جیسے یہاں سے زندہ واپس جا سکو گے۔!"

"کک.... کیا مطلب....!" عمران کی آواز کی کپکپاہٹ فطری معلوم ہو رہی تھی۔

"تم یہاں سے زندہ واپس نہیں جا سکتے علی عمران....! اور نہ مجھے بے وقوف بنا سکتے ہو۔!"

"تت.... تو.... وہ فلم کمپنی والی بات....!"

"بکواس بند کرو....!"

"اچھا.. اچھا.. یہ ریوالور وہیں رکھ لو جہاں سے نکالا تھا۔ مجھ پر اس کا رعب نہیں پڑ سکتا۔

میں نے ابھی ابھی اپنا موجودہ پیشہ ترک نہ کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے۔ صوفیہ لورین جائے جہنم میں۔!"

"گیلارڈ....!" ہپی نے ریوالور کا رخ بدستور عمران کی طرف کیے ہوئے کسی کو آواز دی۔

روزا میکس بُرا سا منہ بنائے چھت کی طرف دیکھے جا رہی تھی لیکن ہپی کی آواز پر دروازے کی جانب متوجہ ہو گئی۔ وہی آدمی کمرے کے اندر داخل ہوا جس نے کچھ دیر قبل روزا میکس کو کمرے میں پہنچایا تھا۔!

"اس آدمی کے ہاتھ پیر باندھ دو....!" ہپی نے عمران کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"میں نہیں سمجھ سکتا کہ آخر تم مجھ سے کیا چاہتے ہو۔!" عمران نے ہپی سے کہا۔

"پروفیسر کس کا مہمان تھا....؟" ہپی نے کہا اور ہاتھ اٹھا کر آدمی کو روک دیا جو عمران کی طرف بڑھ رہا تھا۔

"سنو دوست....! میں کسی پروفیسر سے واقف نہیں ہوں اور اس لڑکی کو بھی میں نے پہلی بار دیکھا ہے۔!"

"کیا یہ بھی غلط ہے کہ تم سی آئی ڈی کے ڈائریکٹر جنرل کے بیٹے ہو۔!"

"یہ بالکل درست ہے۔!"

"اور تم ایک خطرناک آدمی ہو۔!"

"یہ بالکل غلط ہے۔ البتہ آوارہ ضرور ہوں۔ اسی لئے باپ سے تعلقات خراب ہو گئے ہیں۔!"

"میں جانتا ہوں....!"

"بس تو پھر یہ کھیل ختم کرو....!"

"پولیس نے روزا میکس سے کسی قسم کی پوچھ گچھ کیوں نہیں کی تھی۔!"

"پولیس انفارمر صرف ان لوگوں کو اطلاعات فراہم کرتا ہے ان کے رازوں سے واقف نہیں ہوتا۔ اتنی عقل تو تم بھی رکھتے ہو۔!"

"تو پھر اب میں تمہارا کیا کروں....؟" ہپی جھنجھلا کر بولا۔

"بہت دیر بعد کوئی عقل مندی کی بات کی ہے۔!" عمران سر ہلا کر بولا۔ "بسا اوقات میں دوسروں کے لئے بھی کام کرتا ہوں۔ لیکن معاوضہ معمولی نہیں ہوتا۔!"

"اگر تم یہ معلوم کرنا چاہتے ہو کہ پولیس نے روزا میکس سے کسی قسم کی پوچھ گچھ کیوں نہیں کی تو میں اس سلسلے میں تمہاری مدد کرسکوں گا۔ اب مجھے یاد آ گیا شاید یہ اسی غیر ملکی کا قصہ ہے جسے موبار کی ایک عمارت میں کسی درندے نے ختم کر دیا تھا۔!"

روزا اور ہپی دونوں عمران کو گھورے جا رہے تھے کچھ دیر خاموشی رہی پھر ہپی دوسرے آدمی
سے بولا۔ "لڑکی کو لے جاؤ۔!"

روزا بُرا سا منہ بنائے ہوئے خود ہی دروازے کی طرف بڑھ گئی تھی۔

"ہاں اب بات کرو....!" ہپی ان کے چلے جانے کے بعد بولا۔

"میں کیا کروں.... بات تو تمہیں کرنی ہے۔!"

"نہیں تم ہی بتاؤ کہ مجھے اس سلسلے میں تم سے کیا کہنا چاہئے۔!" ہپی اس کی آنکھوں میں دیکھتا
ہوا بولا۔

"تم نے میری ساری خوشیاں خاک میں ملادیں۔" عمران نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ اس
کے چہرے پر گہرے غم کا تاثر تھا۔

"دیکھو....! مجھے بے وقوف بنانے کی کوشش نہ کرو.... میں تمہارے بارے میں سب کچھ
جانتا ہوں۔!"

"تم جو کچھ بھی جانتے ہو میں اس کی تردید نہیں کروں گا۔!" عمران بدستور غم ناک لہجے میں
بولا۔ "لیکن یہ حقیقت ہے کہ میں اپنی موجودہ زندگی سے تنگ آ گیا ہوں۔ تبدیلی چاہتا ہوں
لیکن تم نے بھی دھوکہ دیا۔ مجھے پھانسنے کے لئے اس قسم کا جال پھیلا بیٹھے۔!"

"فضول باتیں ختم کرو....!" ہپی چیخ کر بولا۔

"اب نہیں بولوں گا.... جو جی چاہے کرلو....!"

"تم مجھے بتاؤ کہ پروفیسر میکس حقیقتاً کس کا مہمان تھا۔!"

"دو ہزار روپے لوں گا اور دو دن بعد بتاؤں گا کہ کس کا مہمان تھا۔!"

"بکواس مت کرو....!"

"تم آدمی ہو یا زبان چلانے کی مشین۔!"

"میں دوسروں کو مار دینے کی بھی مشین ہوں۔!"

"اچھی بات ہے تو پھر کرو فائر....!" عمران اٹھتا ہوا بولا۔

"بیٹھ جاؤ....! ورنہ سچ مچ....!"

"کرو فائر....!" عمران دہاڑا۔

"کیا تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔!"

"تم اول درجے کے گدھے ہو۔ تمہیں دھمکانا بھی نہیں آتا۔!"

"بکواس بند کرو....!"

"فائر کرو....!" عمران پھر چیخا۔

"بیٹھ جاؤ....!"

"نہیں بیٹھوں گا.... تم فائر کرو....!"

"میری بات سنو....!" ہپی آنکھیں نکال کر غرایا۔

"ہرگز نہیں.... اب دو لاکھ میں بھی تمہارا کام نہیں کروں گا۔!"

ٹھیک اسی وقت کمرے میں ایک اور آدمی داخل ہوا۔ جسے دیکھتے ہی ہپی بوکھلا کر کھڑا ہو گیا۔

"یہ کیا حرکت ہے.... ریوالور جیب میں رکھ لو....!" آنے والے نے سرد لہجے میں کہا۔

ہپی نے خوف زدگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس کے حکم کی تعمیل کی تھی۔

عمران نووارد کو توجہ اور دلچسپی سے دیکھے جا رہا تھا کچھ عجیب حلیہ تھا اس کا.... تھا تو غیر ملکی لیکن سر اور چہرے پر نام کو بھی بال نہیں تھے۔ بھنویں تک صاف تھیں۔

"مجھے افسوس ہے مسٹر علی عمران۔" وہ نرم لہجے میں بولا۔ "بیٹھ جاؤ۔!"

عمران متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکاتا ہوا بیٹھ گیا۔

"اور تم باہر جاؤ۔!" نووارد نے ہپی کو مخاطب کر کے سخت لہجے میں کہا۔ وہ چپ چاپ کمرے سے چلا گیا۔

"میرا نام ہکسر ہے.... ڈیوڈ ہکسر....!"

"بڑی خوشی ہوئی مل کر....!" عمران نے اٹھ کر اس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

"کیا تم مجھے بتاؤ گے کہ وہ کس طرح تمہیں یہاں تک لایا تھا۔!"

"کیوں نہیں....!" عمران سر ہلا کر بولا۔ پھر اس نے پوری کہانی دہرادی۔

"میں تم سے ملنا چاہتا تھا....!" ہکسر نے طویل سانس لے کر کہا۔ "لیکن اس طرح نہیں۔ اس بدتمیز نے گھٹیا طریقہ اختیار کیا جس کے لئے میں معذرت خواہ ہوں....!"

"کوئی بات نہیں.... سب چلتا ہے....!" عمران ہنس کر بولا۔

"میں تم دونوں کی گفتگو سنتا رہا ہوں۔ تم واقعی بہت دلیر آدمی ہو۔!"

"کوئی خاص دلیر بھی نہیں بس اس کی ہٹ دھرمی پر غصہ آگیا تھا۔!"

"خیر.... میں کوشش کروں گا کہ اس کا ازالہ ہو جائے۔!"

"سوال تو یہ ہے کہ میں....!"

"ایک منٹ....!" ہکسر ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "پہلے میری پوری بات سن لو۔!"

"اچھی بات ہے۔!"

"سگریٹ........!" ہکسر نے سگریٹ کیس عمران کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"نہیں شکریہ....! میں سگریٹ نہیں پیتا۔!"

"خیر.... ہاں تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ سب سے پہلے یہ بات ذہن نشین کر لو کہ پروفیسر میکس یا سفارت خانے کے فرسٹ سیکریٹری کی اموات کا تعلق ہماری ذات سے نہیں۔!"

"چلو تسلیم کر لیا۔!"

"روزا میکس سے بھی ہم صرف اتنا معلوم کرنا چاہتے تھے کہ پروفیسر حقیقتاً کس کا مہمان تھا لیکن وہ نہیں بتا سکی۔!"

"میں نے کہا تھا کہ اگر میں کوشش کروں تو معلوم کر سکتا ہوں۔ صرف دو ہزار۔!"

"میری طرف سے چار ہزار کی پیش کش ہے مسٹر علی عمران۔!"

"اور دو دن کی مہلت....!"

"منظور.....! دوسری بات....! روزا میکس کو متعلقہ لوگوں تک پہنچانا بھی تمہاری ہی ذمہ داری ہوگی۔ اس کے لئے مزید ایک ہزار دوں گا۔

"یعنی مجموعی طور پر پانچ ہزار۔!" عمران بے حد مسرور ہوتا ہوا بولا۔

"پانچ ہزار... اور ڈھائی ہزار میں تمہیں ابھی دے سکتا ہوں۔ لیکن روزا کو تم کہاں پہنچاؤ گے۔!"

"سفارت خانے۔!"

"نہیں۔!"

"کیپٹن فیاض.... یعنی کہ وہ آفیسر جو اس کیس کی تفتیش کر رہا ہے۔!"

"وہ بھی نہیں....!"

"تو پھر....؟"

تم اسے اپنے باپ رحمان کے پاس لے جاؤ گے اور ان سے کہو گے کہ ڈیوڈ ہکسر کی طرف سے معذرت کے ساتھ۔!"

"کیا وہ تمہیں جانتے ہیں....؟"

"یہاں مسٹر رحمان کے علاوہ مجھے اور کوئی نہیں جانتا۔!"

"اچھی بات ہے.... تو نکالو جلدی سے ڈھائی ہزار۔!"

"تم یہیں ٹھہرو.... میں ابھی آیا۔!" ہلکسر اٹھتا ہوا بولا۔

عمران کمرے میں تنہا رہ گیا۔ چھت کی طرف دیکھ کر اس نے آنکھ ماری اور آہستہ آہستہ سر کھجانے لگا۔

تھوڑی دیر بعد ہلکسر واپس آیا۔ روزا میکس اس کے ساتھ تھی۔

"ڈھائی ہزار....!" نوٹوں کی گڈی عمران کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔ "اور وہ گاڑی بھی استعمال کر سکتے ہو جو باہر کھڑی ہے۔!"

نوٹ لے کر عمران نے کوٹ کی اندرونی جیب میں رکھے اور چہرے پر گہرے تفکر کے آثار پیدا کر کے بولا۔ "پھر وہ گاڑی کہاں واپس کی جائے۔!"

"گاڑی بھی تم ہی رکھو....!"

"بہت بہت شکریہ....! دو دن بعد تم سے کس طرح رابطہ قائم کیا جا سکے گا۔ ظاہر ہے کہ مجھ پر اس حد تک اعتماد نہ کر سکو گے کہ اسی عمارت میں بیٹھے رہو۔!"

"تم بہت سمجھ دار ہو علی عمران....!" وہ عمران کے شانے پر ہاتھ مار کر ہنس پڑا۔

"چلو....!" عمران روزا سے بولا۔

"اب مجھے کہاں جانا ہوگا....؟" روزا نے لاپرواہی سے پوچھا۔

"میں بتاؤں گا....!"

وہ باہر نکلے...! نیلی ووکس ویگن اب بھی وہیں موجود تھی جہاں پہلے کھڑی تھی۔ اگنیشن میں کنجی بھی لگی ہوئی تھی۔ وہ گاڑی میں بیٹھ گئے۔ عمران نے انجن اسٹارٹ کیا اور گاڑی آگے بڑھ گئی۔

روزا نے کچھ کہنے کے لئے ہونٹ کھولے ہی تھے کہ عمران نے اُسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ اس کی نظر عقب نما آئینے کی طرف تھی جب اچھی طرح وہ اطمینان کر چکا کہ تعاقب نہیں کیا جا رہا تو اس نے گاڑی ایک جگہ روک دی اور ہونٹوں پر انگلی رکھ کر ایک بار پھر روزا کو خاموش رہنے کی تاکید کرتا ہوا نیچے اترا اور گاڑی کا دروازہ اتنی احتیاط سے بند کیا کہ آواز نہ ہونے پائے۔ انجن بند نہیں کیا تھا۔ روزا کی جانب کا دروازہ کھول کر اسے بھی نیچے اترنے کا اشارہ کیا۔ وہ اُسے گھورتی ہوئی گاڑی سے اتر آئی۔ پھر گاڑی وہیں چھوڑ کر عمران اسے پیدل ہی ایک جانب لے چلا تھا۔

"تم نے گاڑی کا انجن بند نہیں کیا تھا۔!" روزا کچھ دور چلنے کے بعد سخت لہجے میں بولی۔

"فکر نہ کرو.... چلتی رہو.... ورنہ پھر کسی دوسری مصیبت میں پڑو گی۔!"

"میں کسی سے نہیں ڈرتی۔ کیا میں نے تمہیں اس سے رقم وصول کرتے نہیں دیکھا تھا۔!"

"اطمینان سے بتاؤں گا۔ فی الحال مجھ سے کسی مسئلے پر الجھنے کی کوشش نہ کرو۔!"

"مجھے کسی مسئلہ کی پرواہ نہیں ہے۔ چلو کہاں چلتے ہو۔!"

"ابھی بتاتا ہوں.....!"

وہ دوسری سڑک پر آ نکلے تھے۔ یہاں جلد ہی ان کو ایک خالی ٹیکسی مل گئی تھی۔

"بس چلتے رہو.....!" عمران نے ٹیکسی ڈرائیور سے کہا۔

"بہت اچھا صاحب.....!" وہ پر معنی انداز میں مسکرایا تھا۔

"اگر تم مجھے پہچان لیتیں تو پتہ کیا ہوتا۔!" عمران نے روزا سے کہا۔

"مجھے کچھ جاننے کی ضرورت نہیں....! ویسے مجھے احساس تھا کہ اگر اس نے میری آنکھوں میں شناسائی کی ہلکی سی جھلک دیکھ لی تو تمہیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔ لیکن میں تم سے یہ ضرور پوچھوں گی کہ تم میرے باپ سے کیوں ملتے رہے تھے۔!"

"پروفیسر سے میری بہت پرانی جان پہچان تھی۔ یہاں آنے سے قبل انہوں نے جبرالٹر سے مجھے خط لکھا تھا۔!"

"لیکن ڈیڈی نے کبھی مجھے تمہارے متعلق نہیں بتایا تھا۔!"

"مجھے افسوس ہے کہ پروفیسر کی بیٹی ہونے کے باوجود بھی تم پروفیسر کو نہیں جانتی تھیں۔!"

"کیا مطلب.....؟"

"پروفیسر غیر ضروری باتیں نہیں کرتے تھے۔ تم بھلا ان کے کتنے جاننے والوں سے واقف ہو۔!"

روزا کچھ نہ بولی۔ عمران نے تھوڑی دیر بعد پھر پوچھا۔ "تم ان لوگوں کے ہاتھ کیوں کر لگی تھی۔!"

"میں نہیں جانتی کہ اس عمارت تک کیسے پہنچی تھی۔ پچھلی رات جس عمارت میں سوئی تھی وہ کوئی دوسری تھی۔!"

"اس عمارت میں تمہارے علاوہ کون تھا.....؟"

"دو ملازم تھے.....اور میں تھی۔!"

"کیا سفیر اپنے خاندان والوں کے ساتھ تمہیں نہیں رکھ سکتا تھا۔!"

"کیا فرق پڑتا ہے.....!" روزا نے بُرا سا منہ بنا کر شانوں کو جنبش دی۔ کچھ دیر خاموش رہ کر پھر بولی۔ "مجھے یہی نہیں معلوم کہ ڈیڈی یہاں کیوں آئے تھے۔ ان لوگوں کی باتوں سے اندازہ ہوا کہ وہ سفیر کی بجائے کسی اور کے مہمان تھے۔!"

"یہ تو انہوں نے مجھے بھی نہیں بتایا تھا۔!" عمران بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔



رحمان صاحب کی میز پر رکھے ہوئے انسٹرومنٹ میں سے ایک کی گھنٹی بجی۔ انہوں نے ریسیور اٹھایا۔ لیکن دوسری طرف سے بولنے والے کی آواز سن کر اُن کی پیشانی پر شکنیں پڑ گئیں۔

"کیا بات ہے....؟" انہوں نے سخت لہجے میں پوچھا۔

جو لوگ روزا میکس کو لے گئے تھے میرے توسط سے آپ تک اسے پہنچانا چاہتے ہیں۔!"

"کون لوگ لے گئے تھے...؟"

"کیا ڈیوڈ ہکسر نامی کسی شخص سے آپ واقف ہیں۔!"

"کیا بکواس ہے۔ میں نے تم سے روزا میکس کے اغوا کنندگان کے بارے میں پوچھا تھا۔!"

"وہی عرض کر رہا ہوں۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔ "ڈیوڈ ہکسر نامی ایک شخص نے اسے میرے حوالے کر کے آپ تک پہنچانے کی درخواست کی تھی۔!"

"تم کہاں سے بول رہے ہو۔!"

"یہیں سے.... مطلب یہ کہ شہر ہی سے۔!"

"لڑکی اس وقت کہاں ہے....؟"

"میرے ساتھ۔!"

"اسے کیپٹن فیاض کے حوالے کر کے یہاں آجاؤ۔!"

"یہ ناممکن ہے آپ تک پہنچانے کے عوض ڈیوڈ ہکسر نے مجھے ایک ہزار روپے دیئے ہیں۔!"

"تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا....!"

"یقین کیجئے....! اس وقت مبلغ ڈھائی ہزار روپے میری جیب میں موجود ہیں ایک اور کام کے عوض مبلغ چار ہزار طے ہوئے ہیں۔!"

میں گھر جا رہا ہوں فوراً وہیں پہنچو.... رحمان صاحب نے کہہ کر ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

آفس سے نکل کر وہ گاڑی میں بیٹھے اور انہیں گھر تک پہنچنے میں سات یا آٹھ منٹ سے زیادہ نہیں لگے تھے۔

پھاٹک کے قریب ایک ٹیکسی کھڑی نظر آئی جس میں عمران ایک غیر ملکی لڑکی کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔

رحمان صاحب کی گاڑی دیکھ کر چوکیدار نے پھاٹک کھول دیا اور رحمان صاحب عمران کو اندر

آنے کا اشارہ کرتے ہوئے گاڑی کمپاؤنڈ میں لیتے چلے گئے۔ آج وہ خود ہی ڈرائیو کر رہے تھے۔ شاید ڈرائیور چھٹی پر تھا۔

"ہم تو ساب آپ کو پہلے ہی بولتا تھا۔ اندر آجاؤ۔" چوکیدار عمران کی طرف دیکھ کر گھگھیایا۔

"فکر نہ کرو....! سب ٹھیک ہے....!" عمران نے ٹیکسی سے اترتے ہوئے کہا۔ کرایہ ادا کر کے روزا میکس کو ساتھ لئے ہوئے کمپاؤنڈ میں داخل ہوا۔

کچھ دیر بعد رحمان صاحب لائبریری میں بیٹھے اس کی کھال ادھیڑ دینے کے امکانات پر غور کر رہے تھے اور عمران مسمسی صورت بنائے کبھی ان کی طرف دیکھتا تھا کبھی روزا میکس کی طرف۔

"لاؤ.... وہ روپے نکالو....!" رحمان صاحب نے اُسے گھورتے ہوئے کہا۔ عمران کی پوری کہانی وہ سن چکے تھے۔

عمران نے نوٹوں کی گڈی جیب سے نکال کر ان کے قدموں میں ڈالتے ہوئے کہا۔ "میری پہلی کمائی۔!"

"بکواس بند کرو...!" انہوں نے گڈی اٹھا کر میز پر ڈالتے ہوئے کہا۔ "اور وہ گاڑی کہاں ہے؟"

"میں اسے چیتھم روڈ کے چوراہے کے قریب چھوڑ آیا ہوں۔!"

"کیوں....؟"

"اس لئے کہ اس میں ٹرانس میٹر اور سمت نما دونوں ہی خوف ناک چیزیں موجود تھیں۔! اب اگر آپ مجھے یہ بتا سکیں کہ پروفیسر میکس حقیقتاً کس کے مہمان تھے تو میں مزید ڈھائی ہزار بھی فوری طور پر وصول کر لوں گا۔!"

رحمان صاحب نے اُسے قہر آلود نظروں سے گھورتے رہے پھر بولے۔ "کیا وہ وہی گاڑی تھی جس میں تمہارا اور فیاض کا تعاقب کیا گیا تھا۔!"

"جی ہاں.... وہی تھی۔!"

"فیاض نے اس کے نمبر نوٹ کر لئے تھے۔ تلاش جاری ہے۔ اگر تم اس گاڑی اور اس لڑکی سمیت پکڑے گئے ہوتے تو تمہارا کیا حشر ہوتا۔!"

"کہاں پکڑا گیا....!"

رحمان صاحب نے اُسے گھورتے ہوئے فون پر سر سلطان کے نمبر ڈائیل کئے اور دوسری طرف جواب ملنے پر عمران کی مختصر اُروداد دہرائی۔

"لڑکی کہاں ہے....؟" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"یہاں موجود ہے۔!"

"عمران نے اس کے بارے میں تمہیں کیا بتایا ہے۔!"

"بس اتنا ہی جتنا میں نے ابھی تمہیں بتایا ہے۔!" رحمان صاحب بُرا سا منہ بنا کر بولے۔

"کیا یہ نام.... ڈیوڈ ہکسر تمہارے لئے کوئی اہمیت رکھتا ہے۔!"

"نہیں.... میں نہیں جانتا کہ وہ کون ہے۔!"

"ان دونوں کو میرے پاس بھیج دو....!"

"کیا تم مجھے یہ بتانا پسند نہیں کرو گے کہ وہ کس کا مہمان تھا۔!" رحمان صاحب نے پوچھا۔

"حکومت کا....!" دوسری طرف سے آواز آئی اور ساتھ ہی سلسلہ بھی منقطع کر دیا گیا۔

رحمان صاحب ریسیور رکھ کر عمران کی طرف مڑے۔

"کیا بتایا....؟" عمران نے آہستہ سے پوچھا۔

"اس لڑکی کو سر سلطان ہی کے پاس نہ لے جاؤ۔!"

"آپ کی گاڑی لے جاؤں....؟"

"نہیں....!" سخت لہجے میں کہا گیا۔

"اب ٹیکسی میں بیٹھنے کی ہمت نہیں کر سکتا۔ پتہ نہیں کیا چکر ہے۔!"

رحمان صاحب کچھ نہ بولے۔ ان کی آنکھوں میں گہری تشویش کے آثار تھے۔ تھوڑی دیر بعد انہوں نے کہا۔ "یہ نوٹ یہیں چھوڑ جاؤ۔ میرا خیال ہے کہ یہ جعلی ہیں۔"

"خدا کی پناہ....!" عمران بڑبڑایا۔ "ہر طرح مجھے ہی جہنم رسید کرنے کے چکر میں ہے یہ ڈیوڈ ہکسر.....!"

"ذرا تم مجھے اس کا حلیہ تو بتاؤ....!" رحمان صاحب بھرائی ہوئی آواز میں بولے۔

"بالکل ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے ایک بہت بڑے انڈے پر آنکھیں ناک اور دہانہ چپکا دیئے گئے ہوں۔ آواز کچھ ایسی ہے جیسے بکرا انگریزی بولنے لگا ہو۔!"

"کیا بکواس ہے....!"

"یقین کیجئے.... بھنویں تک صاف ہیں۔!"

"قومیت....؟"

"ٹی اور ڈی انگریزوں کی طرح نہیں بول سکتا۔!"

رحمان صاحب پھر کسی سوچ میں پڑ گئے تھے تھوڑی دیر بعد بھرائی ہوئی آواز میں بولے۔

"گیراج سے اسٹیشن ویگن نکال لو....!"

"چلو....!" عمران نے روزا میکس سے کہا۔

"اب کہاں چلوں....؟" وہ بھنا کر بولی۔

"دوسری جگہ....!"

"میں اب کہیں نہیں جاؤں گی۔ یہاں مجھے ابھی اپنی ہی ہم عمر کچھ لڑکیاں نظر آئی تھیں۔ میرا خیال ہے کہ وہ انگلش میں گفتگو بھی کر سکیں گی۔!"

"کر تو سکیں گی....!"

"تم میرے ڈیڈی کے دوست ہو۔ کیا مجھ پر اتنی مہربانی نہیں کر سکتے۔!"

"ضروری نہیں کہ یہ لوگ اس پر آمادہ ہو جائیں۔!"

"کیا آپ مجھے اپنے گھر میں نہیں رہنے دیں گے۔!" روزا میکس نے گلوگیر آواز میں رحمان صاحب سے پوچھا اور قبل اس کے رحمان صاحب کچھ کہتے اس نے پھوٹ کر رونا شروع کر دیا۔

"کیا قصہ ہے....؟" رحمان صاحب نے عمران کو گھورتے ہوئے پوچھا۔ "پروفیسر میکس سے تمہارا کیا تعلق....!"

"ارے بس....! سر سلطان نے میری مٹی پلید کر رکھی ہے۔ میری ڈیوٹی لگا دی تھی کہ روزانہ پروفیسر کی خیریت معلوم کر لیا کرنا۔"

"سوال تو یہ ہے کہ اب یہ یہیں رہنے پر کیوں مصر ہے۔!"

"سفیر نے اپنے خاندان والوں کے ساتھ رکھنے کی بجائے کہیں اور ٹھہرایا تھا جہاں سے ڈیوڈ ہکسر کے آدمی اُسے لے اڑے تھے۔!"

لڑکی بدستور روئے جا رہی تھی۔ رحمان صاحب نے پھر سر سلطان سے فون پر رابطہ قائم کر کے اس سلسلے میں دوبارہ گفتگو شروع کی۔

پھر ریسیور رکھ کر طویل سانس لی اور روزا میکس سے بولے۔ "پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ابھی سب ٹھیک ہو جائے گا۔!"

عمران انہیں ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"سر سلطان خود آ رہے ہیں۔" انہوں نے عمران کی طرف دیکھ کر خشک لہجے میں کہا۔

"لہٰذا اب مجھے اجازت دیجئے۔!" عمران اٹھتا ہوا بولا۔

"کیوں....؟ ٹھہرو....!" رحمان صاحب ہاتھ اٹھا کر بولے۔

"مجھے اب یہ معلوم کرنا ہے کہ اس نے اس لڑکی کو خصوصیت سے آپ ہی کے پاس کیوں بھجوایا ہے۔!"

"کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ وہ لوگ اب بھی اسی عمارت میں موجود ہوں گے۔!"

"نہیں.... وہ اتنے دلیر نہیں ہو سکتے۔!"

"تو پھر....؟"

"دراصل میں سر سلطان کی موجودگی میں یہاں ٹھہرنا نہیں چاہتا تاکہ آپ ان سے کھل کر گفتگو کر سکیں۔!"

"اور پھر تمہیں بتا سکوں کہ یہ حقیقتاً کس کی مہمان ہے۔!" رحمان صاحب نے تلخ لہجے میں کہا۔

"جی نہیں.... بلکہ آپ ان سے پوچھ سکیں کہ یہ پروفیسر میکس کی لڑکی ہے بھی یا نہیں۔ اگر ہے تو اس کے لئے ان کے پاس کیا ثبوت ہے۔!"

"کیا مطلب....!" رحمان صاحب چونک کر بولے۔

عمران کچھ کہے بغیر باہر نکلا چلا گیا۔ اُسی رات کو قریباً آٹھ بجے اس نے اپنے فلیٹ کے فون سے رحمان صاحب سے رابطہ قائم کیا۔

"سلطان کے پاس اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ وہ میکس کی لڑکی ہے۔!" رحمان صاحب کی آواز آئی۔

"کیا سلطان صاحب اسے لے گئے....؟" عمران نے پوچھا۔

"نہیں....! وہ لڑکیوں میں گھل مل گئی ہے کہتی ہے کہ اپنے باپ کے قاتل کا سراغ ملنے تک وہ یہیں رہے گی۔!"

"سر سلطان کیا کہتے ہیں۔!"

"انہیں اس پر کوئی اعتراض نہیں۔!"

"رات کے کھانے کے بعد اُسے کافی میں خواب آور دوا دے دیجئے گا۔!"

"کیوں بکواس کر رہے ہو۔!"

"یقین کیجئے....! اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو دشواری میں پڑیں گے اور ہاں کیا ڈیوڈ ہکسر کے بارے میں کچھ یاد آیا۔!"

"نہیں....!"

"تب تو لڑکی کے سلسلے میں وہی کرنا ہوگا جو میں کہہ رہا ہوں۔!"

"تم کھل کر بات کیوں نہیں کرتے۔!"

"جب تک کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آجاتی میں ایسی ہی فضولیات میں پڑا رہتا ہوں۔!"

"اس وقت کہاں ہو۔!"

عمران نے کوئی جواب دیئے بغیر ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔



رحمان صاحب لائبریری میں بے چینی سے ٹہل رہے تھے۔ کلاک نے دس بجائے اور وہ چونک کر فون کی طرف دیکھنے لگے۔ ٹھیک اسی وقت کسی نے دروازے پر دستک دی۔

"ہوں.... کون ہے.... آجاؤ....!" انہوں نے کہا۔

عمران دروازہ کھول کر لائبریری میں داخل ہوا۔

"تم....؟" رحمان صاحب حیرت سے بولے۔ "میں تمہاری کال کا منتظر تھا۔!"

"میں خود ہی آگیا.... کیا آپ نے اسے کافی میں....!"

"ہاں.... ہاں....!" رحمان صاحب ہاتھ اٹھا کر بولے۔

"شکریہ جناب....!"

"اب کیا کرو گے....!"

"یہ سارا قصہ دراصل میرا ہے.... کم از کم آج کی رات کے بارے میں کہہ سکتا ہوں۔"

"بیٹھ جاؤ....!" رحمان صاحب نے مضطربانہ انداز میں کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

"نوٹوں کا کیا رہا....؟" عمران نے بیٹھتے ہوئے سوال کیا۔

"میرے اندازے کے مطابق جعلی ہی نکلے۔!"

"ٹھیک ہے....!" عمران سر ہلا کر بولا۔ "اگر میں لڑکی اور جعلی نوٹوں سمیت پکڑا جاتا تو اس وقت کہیں چین سے بیٹھا ہوتا۔!"

"کیا مطلب....؟"

"آپ کے محکمے کی حوالات.... میں۔!"

"اس میں کوئی شبہ نہیں۔!" رحمان صاحب اُسے غور سے دیکھتے ہوئے بولے۔ "سر سلطان بھی دخل اندازی نہ کر سکتے۔!"

"وہ لوگ یہی چاہتے ہیں کہ میں کہیں ٹک کر بیٹھوں تو....!"

"صاف صاف بتاؤ.... کیا کہنا چاہتے ہو....!"

"ڈیوڈ ہکسر کو آپ نہیں جانتے لیکن لڑکی آپ کے پاس بھجوائی گئی اور وہ مچل گئی کہ یہیں رہے گی۔ اس کے بارے میں سر سلطان کیا خود سفیر بھی یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ وہ پروفیسر میکس ہی کی بیٹی ہے۔ اگر اُسے یقین ہوتا تو انسانی ہمدردی ہی کے تقاضے کے تحت اُسے اپنے خاندان والوں کے ساتھ ٹھہراتا ایک ہی شب پہلے تو بے چاری کا باپ اتنی درندگی کے ساتھ ختم کر دیا گیا تھا۔!"

"ہوں.... تو پھر....!"

"لڑکی یہاں ہے.... اس لئے کم از کم آج رات میرا یہاں پایا جانا یقینی ہو گیا ہے۔!"

"سمجھا....! شاید تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ اس طرح وہ تمہارے لئے بھی کوئی حادثہ فراہم کرنا چاہتے ہیں۔!"

"جی ہاں.... میرا یہی خیال ہے۔!"

"گدھے ہو....!" وہ بُرا سا منہ بنا کر بولے۔ "یہ کسی جاسوسی ناول کا پلاٹ نہیں ہے۔ حقائق ہیں۔ تم اس وقت بھی ان کے قابو میں تھے جب ہی تمہیں اس عمارت میں لے گیا تھا۔!"

"پروفیسر میکس بھی اس رات اس عمارت میں تنہا تھا جہاں اس کی لاش پائی گئی تھی۔ سائیلنسر لگے ہوئے پستول کی ایک گولی ہی اس کے لئے کافی ہوتی سفارت خانے کا فرسٹ سیکرٹری بھی اپنے مکان میں تنہا ہی تھا۔!"

رحمان صاحب کے چہرے پر اچانک فکر مندی کے آثار نظر آنے لگے۔

قصہ دراصل یہ ہے کہ وہ لوگ خوف و ہراس پھیلانا چاہتے ہیں۔ کسی کو بتانا چاہتے ہیں کہ ان کے مخالف کی موت کہیں بھی واقع ہو سکتی ہے۔ اب یہی دیکھئے نا اگر سی آئی بی کے ڈائریکٹر جنرل کے صاحب زادے انہی کی قیام گاہ پر کسی درندے کا شکار ہو جاتے ہیں تو ملک میں کیسی سنسنی پھیلے گی۔!"

"نہیں نہیں....! یہ کیا بکواس ہے....!" رحمان صاحب مضطربانہ انداز میں بولے۔

عمران اپنا بند گلے کا سوئیٹر اتار کر گردن پر ہاتھ پھیرتا ہوا بولا۔ "وہ درندہ اپنے دانتوں سے محروم ہو جائے گا.... اسے لکھ لیجئے۔!"

رحمان صاحب بے ساختہ آگے بڑھے اور جھک کر اس کی گردن دیکھنے لگے جس کے گرد فولادی خول چڑھا ہوا تھا۔

"وہ نامعقول صرف گردن ہی پر منہ مارتا ہے۔ دونوں لاشوں کے بقیہ حصوں پر ہلکی سی خراش بھی نہیں پائی گئی۔!"

اس نے سوئٹر پھر پہن لیا اور اٹھتا ہوا بولا۔ "آپ لوگ آرام سے سوئیے۔ میں کمپاؤنڈ ہی میں کہیں نہ کہیں موجود رہوں گا اور ہاں کمپاؤنڈ میں اندھیرا بھی نہ ہونا چاہئے۔!"

"میں گارڈز بلوائے لیتا ہوں۔" رحمان صاحب نے جلدی سے کہا۔

"ان جھنجھٹوں میں نہ پڑیئے.... میں نہیں چاہتا کہ وہ ہوشیار ہو جائیں۔!"

"اچھی بات ہے.... لیکن میں تمہیں تنہا نہیں چھوڑوں گا۔!"

"کیوں کھیل بگاڑیں گے پہلے بھی کبھی آپ کو ایسے معاملات میں میری طرف سے کوئی شکایت ہوئی ہے۔!"

"بکواس مت کرو.... میری آنکھوں کے سامنے تم تنہا کسی خطرے میں نہیں پڑ سکتے۔!"

"پلیز.... مان جائیے....!" عمران گھگھیایا۔

"ناممکن....!"

"میں چاہتا ہوں کہ اب اس عمارت کا کوئی فرد خواب گاہ سے باہر نہ نکلے۔ کوئی ایسی کھڑکی بھی نہ کھلی چھوڑی جائے جس میں سلاخیں نہ لگی ہوں۔!"

"میں نے کہہ دیا.... یہ ناممکن ہے....!" رحمان صاحب سخت لہجے میں بولے۔

"میں اس وقت صرف ڈائریکٹر جنرل سے ہم کلام ہوں اور میرے پاس صدر مملکت کا ایک ایسا اجازت نامہ موجود ہے جس کی بناء پر کسی بھی محکمے کے سربراہ کا تعاون حاصل کر سکتا ہوں۔ ملاحظہ فرمائیے۔" عمران نے جیب میں ہاتھ ہی ڈالا تھا کہ باہر سے شور سنائی دیا۔

"کیا ہے....؟" رحمان صاحب دروازے کی طرف جھپٹے اور پھر دروازہ کھولتے ہی بجلی سی کوند گئی۔ بوکھلا کر پیچھے ہٹے اور اس زبردست کتے نے ان کے اوپر سے عمران پر چھلانگ لگا دی۔

ملازمین راہداری میں شور مچا رہے تھے۔ پے در پے تین فائر ہوئے۔ رحمان صاحب نے صاف دیکھا تھا کہ کتے نے عمران کی گردن ہی دبوچی تھی اور پھر غراتا ہوا فرش پر ڈھیر ہو گیا تھا۔ عمران نے ریوالور میز پر رکھ دیا۔ رحمان صاحب ہکا بکا کھڑے تھے۔ دفعتاً دیوانوں کی طرح عمران کی طرف جھپٹے اور کھینچ کر سینے سے لگالیا۔ ان کے منہ سے ہلکی ہلکی سسکیاں نکل رہی تھیں۔

راہداری میں گھر کے دوسرے افراد سحر زدگی کے عالم میں خاموش کھڑے تھے۔



روزا میکس نے کراہ کر کروٹ بدلی۔ خاصا اجالا پھیل گیا تھا۔ لیکن وہ ابھی تک بیدار نہیں ہوئی تھی۔ دفعتاً قریب ہی رکھی ہوئی ایک ٹائم پیس کا الارم بجنے لگا اور وہ بوکھلا کر اٹھ بیٹھی۔ پھر دوسرے ہی لمحے میں اس کے حلق سے ایک گھٹی گھٹی سے چیخ بھی نکلی تھی۔

بستر سے چھلانگ لگا کر وہ فرش پر آئی اور آنکھیں مل مل کر کتے کی اس لاش کو دیکھتی رہی جو پچھلی رات ہی سے اس کے بستر پر پڑی رہی تھی۔ اُسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے دماغ سن ہو کر رہ گیا ہو۔ کچھ دیر اسی طرح کھڑی رہی پھر دروازے کی طرف جھپٹی۔ ہینڈل گھما کر اسے کھولنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ شاید باہر سے مقفل کر دیا گیا تھا۔ اس کے بعد تو وہ پاگلوں کی طرح دروازے پر ٹوٹ پڑی۔ وہ غل غپاڑہ مچایا کہ خود اس کے کان جھنجھنا اٹھے۔

دروازہ کھلنے میں دیر نہ لگی۔ لیکن دروازہ کھولنے والی کو دیکھ کر روزا دو قدم پیچھے ہٹ آئی۔ وہ بھی اس کی طرح کوئی سفید فام غیر ملکی عورت تھی۔

"کیوں شور مچا رہی ہو۔!" اس نے اندر داخل ہو کر روزا کو للکارا۔

"یہ کیا مذاق ہے....!" روزا نے بھی تیکھے لہجے میں کہا۔ اس نے کتے کی لاش کی طرف اشارہ کیا تھا۔

"تمہاری حماقت کا نتیجہ....!" نووارد سرد لہجے میں بولی۔

"میں نہیں سمجھی۔!"

"تم اپنے مشن میں ناکام رہی ہو۔!"

دفعتاً روزا چونک پڑی اور اس طرح چونک کر چاروں طرف دیکھنے لگی جیسے پہلی بار اپنے گردوپیش کا جائزہ لے رہی ہو۔

"مم.... میں کہاں ہوں....؟"

"وہاں نہیں ہو جہاں بھیجی گئی تھیں...!" نووارد نے تلخ لہجے میں کہا۔

"خدا کی پناہ.... اوہ.... روزا کا سر چکرانے لگا.... اور پھر بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔ مجھے تو کچھ بھی یاد نہیں۔ ہاں دیکھو.... میں نے ان لوگوں کے ساتھ رات کا کھانا کھایا تھا۔ پھر کافی آئی

تھی اس کے بعد کیا ہوا مجھے یاد نہیں.... تت.... تم کون ہو۔!"

"اپنی عقل کو کھوپڑی ہی میں رکھو!" نووارد تیز لہجے میں بولی۔ "یہاں کون کس کو جانتا ہے۔!"

"معافی چاہتی ہوں... معافی چاہتی ہوں۔ اوہ یقیناً مجھے کافی میں کوئی نشہ آور چیز دی گئی تھی۔!"

"تم بالکل احمق ثابت ہوئیں۔ اگر ہم خیال نہ رکھتے تو تم سے سب کچھ اگلوا لیا گیا ہوتا۔ جان پر کھیل کر تم کو وہاں سے نکالا گیا ہے۔!"

"لل.... لیکن.... یہ....!" روزا پھر کتے کی لاش کی طرف مڑی۔

"انہوں نے اسے بھی مار ڈالا.... یہ بھی تمہاری غفلت کا نتیجہ ہے۔!"

"نہیں.... نہیں.... اس کے بارے میں مجھ سے کچھ نہیں کہا گیا تھا۔!"

"تم اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتیں....؟" نووارد لڑکی نے حیرت سے پوچھا۔

"نہیں.... میں کچھ نہیں جانتی۔!"

"یہ وہی کتا ہے جس نے پروفیسر میکس کو مارا تھا۔!"

"نہیں....!" روزا ہذیانی انداز میں چیخی....! "نہیں.... نہیں۔!"

"اسی نے سفارت خانے کے فرسٹ سیکریٹری کا نرخرہ ادھیڑا تھا۔!"

"شاید یہی ہو تمہارے ساتھ۔ تمہارے باپ کو بھی غداری ہی کی سزا ملی تھی۔!"

"یہ جھوٹ ہے.... جھوٹ ہے.... میرا باپ غدار نہیں تھا۔!"

"غدار نہیں تھا تو پھر کیوں مار ڈالا گیا.... اور تم بھی اسے غدار ہی سمجھتی تھیں۔ اسی لئے تو نہ تم روئیں اور نہ کسی بھی انداز میں اظہارِ غم ہونے دیا۔"

"یہ میرا نجی معاملہ ہے۔!"

"ہوگا....!" نووارد لاپرواہی سے بولی۔ چند لمحے اسے گھورتی رہی پھر غرائی۔ "سوال تو یہ ہے کہ وہاں تم نے کامیابی حاصل کیوں نہیں کی۔"

"مجھے اطمینان دلا کر بھیجا گیا تھا کہ وہ سب احمقوں کی طرح میرے گرد جمع ہو جائیں گے اور میں بے خوفی سے اپنا کام کر سکوں گی اگر کہہ دیا جاتا کہ ہوشیار بھی رہنا تو وہ مجھے کافی میں کوئی خواب آور دوا نہ دے سکتے۔!"

"خیر.... خیر.... تمہارے باپ نے عمران کے بارے میں کیا بتایا تھا۔!"

"کچھ بھی نہیں.... میں اسے اپنے باپ کے کسی دوست کی حیثیت سے جانتی تھی۔!"

"اور پھر تم اپنے باپ کے دوست کو دھوکہ دینے پر تل گئیں۔!"

"سنو....! میں صرف احکامات کی تعمیل کرتی ہوں۔ اس میں غرض نہیں ہوتی کہ کس کے لئے کیا کر رہی ہوں۔!"

"اچھا.... چلو.... باہر چلو....!" نووارد برا سامنہ بنا کر بولی۔

اس کمرے سے نکل کر وہ ایک بڑے ہال میں پہنچیں جہاں ان کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ نتاہال میں ان کی کچھ دیر پہلے والی بات چیت گونجنے لگی۔ غالباً بات چیت ٹیپ کرلی گئی تھی اور ب انہیں دوبارہ سنائی جا رہی تھی۔

روزا بے حس و حرکت کھڑی رہی اس کا چہرہ بالکل سپاٹ تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے یہ سب بھ اس کے لئے بے معنی ہو۔! پھر سناٹا چھا جانے کے بعد بھی وہ اسی طرح کھڑی رہی۔ دوسری ورت اُسے وہیں چھوڑ کر چلی گئی۔

اچانک بائیں جانب سے آواز آئی۔ "اس خود غرض دنیا میں دوست اور دشمن کی تمیز شکل ہے۔!"

روزا چونک کر مڑی۔ عمران ایک دروازے میں کھڑا مسکرا رہا تھا۔

"تت.... تم.... کیا پھر پکڑے گئے۔!"

وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا روزا کے قریب آ پہنچا۔!

"بولتے کیوں نہیں....؟" روزا نے آہستہ سے پوچھا۔

عمران کے چہرے پر غم انگیز تاثر تھا۔

"کیا اس شخص کا نام ڈیوڈ ہکسر ہی تھا....؟"

"پہلے تم بتاؤ کہ مجھ پر کیا گزری.... میں کہاں ہوں۔!"

"میرے ساتھ آؤ۔!"

عمران اُسے پھر اسی کمرے میں لایا جہاں پلنگ پر کتے کی لاش پڑی تھی۔

"یہ وہی کتا ہے جس نے پروفیسر کو ہلاک کیا تھا۔!"

"وہ مجھے بتا چکی ہے۔!"

"تمہیں یقین کیوں نہیں کہ پروفیسر انہی لوگوں کے ہاتھوں مارے گئے جن کے وفادار تھے۔!"

"میں نے تم سے پوچھا تھا کہ مجھ پر کیا گزری۔!"

"تمہیں کافی میں خواب آور دوا دی گئی تھی تاکہ سکون سے سوتی رہو اور میں اپنی موت کا انتظار کروں۔ میرے اندازے کے مطابق مجھے اسی لئے گھیرا گیا تھا کہ رات کو کسی جگہ قیام کروں۔!"

"اگر مقصد مار ڈالنا ہی ہوتا تو تمہیں وہیں مار ڈالتے.... جہاں پکڑے گئے تھے۔!"

"پروفیسر کو گولی کا نشانہ بھی بنایا جاسکتا تھا اس کے لئے خونخوار کتے کو کیوں استعمال کیا گیا۔!"

"سوال یہ ہے کہ تم دوبارہ کیوں ہم لوگوں میں نظر آرہے ہو....؟"

"کیا تم اس عورت کو جانتی ہو جو کچھ دیر پہلے تم سے گفتگو کر رہی تھی۔!"

"نہیں.... میں نے اُسے پہلی بار دیکھا ہے۔!"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم لوگوں کا حلقہ اس قدر وسیع ہے کہ تم ایک دوسرے کو تعارف کے بغیر نہیں پہچان سکتے۔!"

"تم ٹھیک سمجھے۔!"

"سی آئی بی کے ڈائریکٹر جنرل کے یہاں تمہیں کیوں بھیجا گیا تھا۔!"

"اسی لئے کہ تم بھی وہیں رات گزار سکو....!"

"بس....! یہی مقصد تھا۔!"

"اور کیا....؟"

"لیکن.... اپنی غیر متوقع بیہوشی کی بناء پر کوئی اور کام بھی تو نہیں کر سکتی تھی۔"

"شروع ہی سے میرا اندازہ تھا کہ تمہارا ذہنی توازن کس قدر بگڑا ہوا ہے۔!"

"میری بات کا جواب دو۔!"

"تم اپنی جان بچانے کی فکر کیوں نہیں کرتے یہ ایسے ہی لوگ ہیں کہ مجھے اور تمہیں کتے کی لاش سمیت تمہارے باپ کے گھر سے نکال لائے۔!"

"سوال تو یہ ہے کہ تمہارا باپ کیوں مار ڈالا گیا۔!"

"غداری کی سزا موت ہی ہے ہمارے حلقے میں۔!" روزا لاپرواہی سے بولی۔

"آخر اس سے کیا قصور سرزد ہوا تھا۔!"

"وہ حقیقتاً تمہاری حکومت کے مہمان تھے سفیر کے نہیں۔ ہماری پارٹی نہیں چاہتی کہ ہماری حکومت تمہاری حکومت سے کوئی تعاون کرے۔!"

"کیا تمہارے باپ کو علم نہیں تھا کہ پارٹی اس کے حق میں نہیں ہے۔!"

"اس گفتگو کو یہیں ختم کر دو....!" روزا جھلا کر بولی۔

"اچھی بات ہے۔ اب اس کے بارے میں کچھ نہیں پوچھوں گا۔ صرف ایک بات اور بتا دو۔!"

وہ اُسے گھورتی رہی۔

"تمہارے پاس سے ایک ڈبیہ بر آمد ہوئی ہے جس میں کوئی سیال شے اور ایک چھوٹی سی ہائپوڈرمک سرنج تھی۔!"

"وہ ڈبیہ کہاں ہے....؟" دفعتاً وہ بہت زیادہ خوف زدہ نظر آنے لگی۔!

"وہیں رہ گئی....!"

"اب میں نہیں جانتی کہ میرا کیا حشر ہوگا۔!" وہ کپکپاتی ہوئی آواز میں بولی۔

"میں تمہیں اس مصیبت سے نجات دلا سکتا ہوں۔" عمران نے آہستہ سے کہا۔

"ناممکن....!"

"کیوں تم نہیں جانتیں کہ اس وقت کہاں ہو۔!"

"اس عمارت میں پہلی بار آئی ہوں۔!" روزا کی آواز بھی کسی سرگوشی سے آگے نہیں بڑھی تھی۔ قدرے توقف کے ساتھ پھر بولی۔ "بہت محتاط رہو۔ ہماری آوازیں ٹیپ ہو جاتی ہیں۔!"

دفعتاً عمران نے ایک زور دار قہقہہ لگایا اور وہ بوکھلا کر اسے گھورنے لگی۔

"میں واقعی پاگل ہوں....!" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

"لیکن اس کے باوجود میری کوشش ہوگی کہ پہلے میں مارا جاؤں، اس کے بعد تم پر کوئی آنچ آئے۔!"

ٹھیک اسی وقت ایک سیاہ فام اور لمبا تڑنگا آدمی ہال میں داخل ہوا جس کے ہاتھ میں چمڑے کا چابک تھا۔

"یہ.... یہ کون ہے....؟" روزا ہکلائی۔

"صورت سے نیگرو معلوم ہوتا ہے۔" عمران آہستہ سے بولا۔

"چلو....!" نیگرو قریب پہنچ کر چابک فرش پر مارتا ہوا دہاڑا۔ پھر اُس نے ایک دروازے کی طرف اشارہ کیا۔

"چلو....!" عمران نے مردہ سی آواز میں روزا سے کہا۔

وہ دونوں اس دروازے میں داخل ہوئے۔ نیگرو چابک پھٹکارتا ہوا ان کے پیچھے چل رہا تھا۔ اچانک عمران نے پلٹ کر اُس پر چھلانگ لگائی اور دونوں گتھے ہوئے فرش پر چلے آئے۔ نیگرو کسی زخمی درندے کی طرح غرائے جارہا تھا۔ آہستہ آہستہ اُس کی آواز معدوم ہوتی گئی اور پھر مکمل سکوت طاری ہوگیا۔

"بھاگو....!" عمران نے اُسے چھوڑ کر ہٹتے ہوئے کہا اور روزا کا ہاتھ تھامے ہوئے ایک جانب دوڑتا چلا گیا۔

"کک.... کیا.... وہ مر گیا۔!" روزا ہانپتی ہوئی بولی۔

"پتا نہیں.... جلدی میں اس کا دھیان کسے رہتا ہے۔!" عمران بولا "خاموشی سے نکل چلو۔ باتیں پھر ہو جائیں گی۔!"

ایک جگہ ایک آدمی نے پھر ان کا راستہ روکنے کی کوشش کی تھی لیکن عمران نے اُسے بھی بے بس کر کے ایک طرف ڈال دیا۔

اس طرح وہ بالآخر ایسی جگہ پہنچے جہاں کئی گاڑیاں کھڑی ہوئی تھیں پھر کچھ دیر بعد وہ کھلی فضا میں سانس لے رہے تھے۔ عمران ایک گاڑی لے بھاگا تھا لیکن وہ گاڑی زیادہ دیر استعمال نہ کر سکا۔ اُسے ایک جگہ چھوڑ کر پھر ٹیکسی لی۔

"اب ہم کہاں جارہے ہیں....؟" روزا نے آہستہ سے پوچھا۔

"ایک ساحلی تفریح گاہ میں میرا ایک ہٹ ہے۔ فی الحال وہیں قیام کریں گے۔!"

"کہیں اور چلو....!"

"کیوں....؟"

"وہ ہر وقت سب سمندر کے قریب رہتے ہیں تاکہ حالات ناموافق ہونے پر فرار میں آسانی رہے۔!"

"فکر نہ کرو.... ان کے فرشتے بھی ہمیں نہ پہچان سکیں گے۔!"



رحمان صاحب کی میز پر رکھے ہوئے ایک فون کی گھنٹی بجی۔

"ہیلو....!" وہ ریسیور اٹھا کر ماؤتھ پیس میں بولے۔

"آپ خطرے میں ہیں۔" دوسری طرف سے عمران کی آواز آئی۔

"تم کہاں ہو....؟"

آپ فی الحال آفس تک ہی محدود رہیے میں ایک گھنٹے بعد پہنچ رہا ہوں۔ اپنے سیکیورٹی کے عملے کو ہدایت کر دیجئے کہ کسی بوڑھے کو آپ تک پہنچنے میں مدد دیں۔!"

"ہوں.... اچھا.... میں منتظر ہوں....!" انہوں نے کہا اور دوسری طرف سلسلہ منقطع ہونے کی آواز سن کر ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

ان کی آنکھوں میں گہری تشویش کے آثار تھے۔ کچھ دیر بعد انہوں نے انٹر کوم پر اپنے کسی ماتحت کو عمران سے متعلق ہدایات دیں۔

اب ان کی آنکھیں نیند کے دباؤ سے بوجھل ہوئی جا رہی تھیں۔!

ایک گھنٹے بعد ایک بوڑھے آدمی کو ان کے کمرے میں پہنچایا گیا جو رکھ رکھاؤ کے اعتبار سے کوئی ریٹائرڈ فوجی آفیسر معلوم ہوتا تھا۔

"یہ تم ہو....؟" رحمان صاحب کے لہجے میں حیرت تھی۔

"جی ہاں....!" عمران نے اپنے مخصوص انداز میں جواب دیا۔

"بیٹھ جاؤ.... یہ کیا کرتے پھر رہے ہو۔!"

"لڑکی کے ذریعے انہوں نے کل ایک تیر سے دو شکار کرنے کی اسکیم بنائی تھی۔ میری موت اور آپ پر پوری طرح قابو پانا کل والی حرکت کا مقصد تھا۔"

"مجھ پر کس طرح قابو پاتے۔!"

"وہ ڈبیہ جو لڑکی کے پاس سے برآمد ہوئی تھی کہاں ہے....؟"

"محفوظ ہے....!"

"کسی نہ کسی طرح وہ سیال آپ کے جسم میں انجکٹ کر دیتی اور آپ کم از کم ایک ہفتے کے

لئے اپنے شخصیت کھو بیٹھتے جو کچھ آپ سے کہا جاتا بے چون وچرا کرتے رہتے۔!"

رحمان صاحب طویل سانس لے کر کرسی کی پشت گاہ سے ٹک گئے اور عمران کہتا رہا۔"لڑکی مضبوط قوت ارادی کی مالک ہے۔ یہ سب کچھ اُس سے اگلوا لینا مشکل کام تھا۔ لہٰذا میں نے چند دوستوں کی مدد سے ایک ڈرامہ اسٹیج کیا اُسے باور کرانے کی کوشش کی کہ اس کے ساتھی مجھے اور اس کو کتے کی لاش سمیت کسی نہ کسی طرح آپ کی کوٹھی سے نکال لائے ہیں اور اب اسے اس کی غفلت کی سزا ملے گی۔ اس کے بعد میں اُسے اس عمارت سے لے نکلا۔ بہر حال وہ یہی سمجھ رہی ہے کہ میں نے اسے اس کے ساتھیوں کے ہاتھوں مرنے سے بچا لیا ہے لہٰذا اب پوری طرح تعاون کر رہی ہے۔!"

رحمان صاحب خاموشی سے دیکھتے رہے۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے بات ختم ہونے کے منتظر ہوں۔!

"اور اس شخص کا نام ڈیوڈ ہکسر نہیں بلکہ بیری فان ہے۔!"

"کیا....؟" رحمان صاحب اس طرح سیدھے ہو بیٹھے جیسے کرسی کی پشت گاہ نے آگے دھکیل دیا ہو۔

"بیری فان....!" عمران نے ان کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے دہرایا۔

"اوہ.... تب تو پروفیسر میکس محض مجھ پر قابو پانے کے لئے مارا گیا۔!"

"میں نہیں سمجھا۔!"

"کچھ نہیں.... ابھی کچھ نہیں کہہ سکتا.... پہلے بیری فان کا ہاتھ آنا ضروری ہے۔!"

"بیری فان آپ کے محکمے کے بس کا معلوم نہیں ہوتا۔!" عمران نے مایوسانہ انداز میں سر کو جنبش دی۔

"کیا مطلب....؟"

"مناسب یہی ہوگا کہ آپ کے ماتحت سعئ ناکامی کی نمائش کرتے رہیں۔!"

"میں جانتا تھا کہ تم یہی کہو گے.... اسی لئے ابھی تک ایک معاملہ التوا میں رکھا گیا ہے۔!"

"کون سا معاملہ۔!"

"آج صبح ایک خوف زدہ آدمی کیپٹن فیاض کے ہاتھ لگا ہے اس کی فراہم کردہ اطلاعات حیرت انگیز ہیں۔ ایک بار بردار دخانی کشتی پر کام کرتا ہے، راجو نام ہے۔ ایک بار اسمگلنگ کے

سلسلے میں پکڑا جا چکا ہے۔ لیکن کسی بااثر آدمی نے بچالیا تھا۔ اس کا تحریری بیان دیکھو۔!"

رحمان صاحب نے میز کی دراز سے کچھ کاغذات نکال کر عمران کی طرف بڑھا دیئے۔ عمران انہیں دیکھتا رہا کبھی اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل جاتیں اور کبھی پُر معنی انداز میں سر ہلانے لگتا۔

کاغذات واپس کرتے ہوئے اس نے استفہامیہ نظروں سے انہیں دیکھا۔

"پچھلی رات وہ کتا کشتی پر واپس نہیں پہنچا تھا۔!" رحمان صاحب بھرائی ہوئی آواز میں بولے۔ "لہٰذا دو بجے کے قریب ایک غیر ملکی نے انہیں حکم دیا تھا کہ وہ جا کر اُسے شہر میں تلاش کریں۔ راجو پہلے ہی سے خائف تھا اس لئے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے وہ سیدھا ایک تھانے پر پہنچ گیا۔"

"اب آپ غالباً سمجھ گئے ہوں گے کہ اس ہپی نے میری متحرک تصاویر کیوں تیار کی تھیں۔ آپ کی کوٹھی تک آنے والے راستے کی فلم بندی انہوں نے پہلے ہی تیار کر رکھی ہو گی۔ حیرت انگیز.... کتے کو فلم دکھا کر کسی راستے پر ڈالنا.... تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔!"

عمران خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا۔

"جو محلول گوشت کے ساتھ اُسے دیا گیا تھا غالباً وہی اس میں اس کی صلاحیت پیدا کرتا تھا.... اوہ بیری فان.... بیری فان.... اس کے سلسلے میں کچھ مواد ہمارے قبضے میں ہے.... اب میں سمجھ گیا....!"

"ظاہر ہے کہ آپ مجھے تفصیل سے آگاہ نہیں کریں گے۔!" عمران نے خشک لہجے میں کہا۔

"فی الحال یہ ساری باتیں اسی جگہ ختم کردو....!" رحمان صاحب اُسے گھورتے ہوئے بولے۔ "اس شخص راجو کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے۔!"

"اُسے جانے دیجئے۔ میں خود اس کی نگرانی کرلوں گا۔ آپ کے سارے ماتحت ان لوگوں کی نظروں میں ہیں۔"

"تمہارے مشورے پر عمل کرنے کی کوشش کی جائے گی۔" رحمان صاحب طویل سانس لے کر بولے۔ "لیکن تمہیں بھی محتاط رہنا پڑے گا۔ وہ میک اپ کا بھی ماہر ہے۔!"

"یقیناً ہوگا۔ اگر اسی کی طرح میں بھی بے بال و بے پر ہوتا تو میری مہارت بھی قابل دید ہوتی۔ اچھی بات ہے اب اجازت دیجئے اور آپ براہِ کرم گھر نہ جایئے گا.... یہیں اپنی رہائش کا انتظام کر لیجئے۔!"

"دیکھا جائے گا۔!" رحمان صاحب نے لاپرواہی سے کہا۔

"راجو اس وقت کہاں ہے۔!"

"کیپٹن فیاض کی تحویل میں۔!"

"بُرا ہوا.... اُسے بھی محکمے کی عمارت سے دور ہی رکھا جانا چاہئے تھا اب وہ شاید ہمارے کسی کام نہ آسکے۔ باہر نکلا اور مارا گیا۔!"

رحمان صاحب کچھ کہنے ہی والے تھے کہ فون کی گھنٹی بجی انہوں نے ریسیور اٹھایا اور پھر کچھ دیر بعد ان کے چہرے کی رنگت بدل گئی۔ ریسیور رکھ کر بھی وہ کچھ دیر خاموش بیٹھے رہے۔ پھر بھرائی ہوئی آواز میں بولے۔ "تمہارا یہ اندیشہ بھی درست نکلا۔ شہر کے مختلف حصوں میں دو لاشیں پائی گئی ہیں۔ راجو نے انہیں اپنے دونوں ساتھیوں راشد اور اختر کی حیثیت سے شناخت کیا ہے۔!"

"وہ نہ مارے جاتے۔!" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "اگر راجو کا معاملہ کیپٹن فیاض تک نہ آپہنچتا۔!"

رحمان صاحب کچھ نہ بولے۔

عمران نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "اب آپ کے ماتحتوں کو چاہئے کہ وہ ساحلی علاقوں اور موبار میں اس کشتی سے متعلق پوچھ گچھ کرتے پھریں اس کے علاوہ اور کر بھی کیا سکیں گے۔!"

"پھر کہتا ہوں.... بہت محتاط رہنا۔!"

"بے فکر رہئے۔!" کہتا ہوا عمران ان کے کمرے سے نکل گیا۔



روزا ہٹ میں تنہا تھی۔ لیکن اسے اطمینان تھا کہ میک اپ میں پہچانی نہ جاسکے گی۔ عمران کے اس میک اپ نے نہ صرف اس کی شکل بلکہ نسل تک بدل دی۔ اب وہ کسی مغربی ملک کی نہیں معلوم ہوتی تھی۔ زیادہ سے زیادہ ایک خوب صورت جاپانی لڑکی کہی جاسکتی تھی۔

وہ اپنی پارٹی کے لوگوں سے اتنی ہی خائف تھی کہ اس نے عمران کو بھی میک اپ کے بغیر ہٹ سے باہر قدم نہ نکالنے کی تاکید کی تھی۔ لیکن وہ احمقوں کی طرح ہنستا ہوا باہر چلا گیا تھا۔ روزا اس سے متعلق بڑی الجھنوں میں مبتلا تھی اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ آخر اس جیسی غیر متوازن شخصیت کا مالک ان لوگوں سے کس طرح نپٹ سکے گا جو اس کے بیان کے مطابق اس کے باپ کی موت کے

ذمہ دار تھے۔ بہر حال وہ عمران کی عدم موجودگی میں اسی کے بارے میں سوچتی رہی تھی۔

ٹھیک دو بجے کسی نے ہٹ کے دروازے پر دستک دی۔ وہ پہلے تو خوف زدہ انداز میں چونکی تھی۔ پھر دروازے کے قریب جا کر پوچھا تھا "کون ہے"

"ڈھمپ....!" باہر سے آواز آئی۔

"ڈھمپ....!" وہ آہستہ سے بڑبڑائی۔ "ہاں اس نے یہی کہا تھا کہ اس لفظ کے سنے بغیر کسی کے لئے بھی دروازہ نہ کھولنا۔!" پھر "او کے" کہہ کر دروازے کو کھول دیا۔ لیکن فوراً ہی بوکھلا کر پیچھے ہٹ گئی کیونکہ وہاں عمران کی بجائے ایک اجنبی جاپانی نوجوان کھڑا تھا۔

"ہاہا....ڈر گئیں....!" وہ ہنس کر بولا۔ "میں بھی تمہاری ہی طرح جاپانی ہوں۔!"

"اوہ..!" عمران کی آواز پہچان کر وہ خوف زدہ سی ہنسی کے ساتھ بولی۔ "تم نے تو ڈرا ہی دیا تھا۔!"

"بس اب دروازہ کھلا رہنے دو۔!" عمران نے ایک بڑی سی باسکٹ میز پر رکھتے ہوئے کہا۔ "یہ تمہارا لنچ ہے۔!"

"شکریہ....میں بھوک محسوس نہیں کر رہی۔!"

"خیر....جب محسوس ہو کھا لینا لیکن ایک بات غور سے سن لو اب تم یہاں کے رسم رواج سے متعلق کچھ نہیں پوچھو گی۔!"

"کیوں....؟"

"مجھے حیرت ہے کہ تم پر ایک ایسا سانحہ گزر گیا۔ لیکن تم میں ذرا برابر بھی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔!"

"میرا باپ اب واپس نہیں آسکتا....یہ اس کا قول ہے کہ آدمی کو مرتے وقت اپنی جان کنی کا مشاہدہ بھی ایک طالب علم ہی کے جذبے کے ساتھ کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔!"

"تب تو پروفیسر سچ مچ بہت گریٹ تھا۔!"

"آدمی کچھ بھی نہیں ہے مسٹر عمران۔ اتنا احمق ہے کہ خود ہی اپنی ہلاکت کے اسباب کرتا رہتا ہے میرا باپ بھی ایک ایسا ہی عظیم احمق تھا۔!"

"پیاری لڑکی تم تو اپنے قبیلے ہی کی معلوم ہوتی ہو۔!" عمران اسے گھورتا ہوا بولا۔

"اب میں تمہیں بتانا چاہتی ہوں کہ میرا باپ اپنے ہی ایک فارمولے کا شکار ہو گیا۔!"

"کیا مطلب.....؟"

"وہ ایک ماہر کیمیا دان تھا۔ اس نے ایسی ادویات تیار کی تھیں جو آدمیوں اور جانوروں کی فطرت تک بدل کر رکھ دیتی ہیں۔!"

"اُوہو..... تو پھر وہ کتا..... ذرا ٹھہرو.....!" عمران نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ تھوڑی دیر خاموشی رہی پھر بولا۔ "کیا یہ ممکن ہے کہ ایک کتا کسی کی تصویر دیکھ کر اس کی راہ پر لگ جائے۔!"

"کیوں نہیں.....! یہ کھیل تو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔! آج سے دو سال پہلے کی بات ہے۔ میرے باپ نے ایک عرق تیار کیا تھا۔ اُسے گوشت میں شامل کر کے ایک کتے کو کھلایا گیا۔ پھر اسے ایک متحرک فلم دکھائی گئی یہ فلم اس راستے کی تھی جس سے گزر کر کتے کو ایک ایسی جگہ پہنچنا تھا جہاں کم از کم پچیس بلیاں موجود تھیں۔ ان میں سے ایک بلی کی تصویر اس فلم میں شامل تھی جہاں کتے کو وہ فلم دکھائی گئی تھی وہاں سے بلی والی جگہ ڈھائی میل سے کم فاصلے پر واقع نہیں تھی۔ لیکن کتے نے وہاں پہنچ کر اسی مخصوص بلی کو مار ڈالا۔ اور وہ واپس آگیا۔ دوسری چوبیس بلیاں بالکل محفوظ تھیں۔

عمران اسے غور سے دیکھ رہا تھا۔ جب وہ خاموش ہوئی تو اس نے پوچھا۔ "کیا تم کسی ایسی دخانی کشتی کے بارے میں کچھ جانتی ہو جس پر تین دیسی آدمی کام کرتے تھے.....؟"

"نہیں..... تم یہ کیوں پوچھ رہے ہو.....؟"

"وہ کتا جس نے تمہارے والد اور سفارت خانے کے سیکریٹری کا خاتمہ کیا تھا اسی کشتی پر رہتا تھا۔!"

"لیکن میں نہیں سمجھ سکتی کہ بیری فان نے ایسا کیوں کیا۔ وہ میرے ملک کے عوام میں بہت مقبول ہے۔ وہ سمجھتے تھے کہ بیری فان ہی ڈکٹیٹر شپ سے نجات دلائے گا۔!"

"خوب تو وہ عوامی اہمیت کا حامل ہے۔!" عمران سر ہلا کر بولا۔ "لیکن ہمارے ملک میں اس کا کیا کام.....؟"

"میں تمہیں پوری بات بتانا چاہتی ہوں۔" وہ پر تفکر لہجے میں بولی۔ چند لمحے خاموش رہ کر عمران کو گھورتی رہی، پھر کہنے لگی۔ "کیا تم سچ مچ نہیں جانتے کہ میرا باپ تمہاری حکومت ہی کا مہمان تھا۔!"

"حکومت کے راز ہر ایک کو نہیں معلوم ہوتے۔ لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ بیری فان نے پھر کیوں میرے ذریعے سے یہ بات معلوم کرنے کی کوشش کی تھی کہ پروفیسر حقیقتاً کس کا مہمان تھا۔!"

"ہو سکتا ہے کہ اسے معلوم ہی نہ رہا ہو۔ بظاہر میرا باپ سفیر ہی کا مہمان تھا اور یقین کرو کہ میں تو تصور بھی نہیں کر سکتی تھی کہ بیری فان یا پارٹی کا کوئی اور فرد بھی یہاں موجود ہے۔ وہ تو اس رات جب میں اس عمارت میں تھی۔ بیری فان کو میں نے پہلی بار دیکھا وہ مجھے اس عمارت سے نکال لے گیا تھا۔ میرا خیال ہے کہ اس نے یہی معلوم کرنے کے لئے کہ میرا باپ کس کا مہمان تھا مجھے تمہارے حوالے کیا تھا۔!"

"تو خود پروفیسر نے تمہیں یہ بات بتائی تھی کہ وہ ہماری حکومت کا مہمان ہے۔!"

"ہاں....!"

"مقصد....؟"

"تمہاری حکومت میرے باپ کی صلاحیتوں سے کوئی فائدہ حاصل کرنا چاہتی تھی۔ اس سے زیادہ میں نہیں جانتی اور اس کی موت کے بعد اچانک بیری فان سے ملاقات ہوئی جس نے مجھے یہ باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ میرے باپ کی موت میں تمہارے باپ کا ہاتھ ہے۔ انہوں نے میرے باپ کو کیوں قتل کرایا۔ یہی معلوم کرنے کے لئے اس نے مجھے تمہارے حوالے کیا تھا۔!"

"لیکن خود وہی تمہارے باپ کی موت کا باعث تھا۔" عمران اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ "اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اُس نے اس سلسلے میں کتے کو کیوں استعمال کیا۔!"

"یہی سوال مجھے بھی رہ رہ کر پریشان کر رہا ہے۔!"

"ہو سکتا ہے میں تمہاری الجھن رفع کر دوں.... لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ تم مجھ سے کچھ نہ چھپاؤ....!"

"میں کچھ بھی نہیں چھپا رہی لیکن تمہاری طرف سے مطمئن نہیں ہوں۔!"

"کیا مطلب....؟"

"تم نے مجھے بیری فان کے پنجے سے رہائی دلانے کا ڈرامہ اسٹیج کیا تھا۔!" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی مسکرائی۔ "اگر یہ بات نہیں ہے تو پھر تمہارے گھر پر مجھے کافی میں کوئی خواب آور

دوا کیوں دی گئی تھی۔!"

عمران ہنس کر بولا۔ "یہ تو بالکل سامنے کی بات ہے۔ لیکن اگر میں نے یہ ڈرامہ اسٹیج نہ کیا ہوتا تو تم کبھی یہ نہ بتاتیں کہ ڈیوڈ ہکسر کا اصل نام بیری فان ہے اور یہ وہی بیری فان ہے جو تمہارے ملک کی ڈکٹیٹر شپ کا خاتمہ کرنا چاہتا ہے۔!"

"سنو.....! تم واقعی احمق ہو.....!" وہ ہنس پڑی۔

"کیا مطلب.....؟"

"یہ کسی طرح بھی ثابت نہیں ہوتا کہ میرے باپ کی موت میں بیری فان ہی کا ہاتھ ہوگا۔ ہو سکتا ہے کہ میری حکومت کے کسی ایجنٹ نے یہ حرکت کی ہو۔ محض اس نے کتا استعمال کیا ہو کہ خیال بیری فان کی طرف جائے۔!"

"ہاں..... یہ بھی ممکن ہے.....!" عمران نے اعتراف کیا۔

"میں تمہارے ساتھ اس لئے چلی آئی کہ تمہیں پسند کرنے لگی ہوں۔!"

"اب مجھے اپنی پیدائش کے حادثے پر دوبارہ غور کرنا پڑے گا۔!" عمران گلوگیر آواز میں بولا۔

"کیا مطلب.....!"

"آج تک کسی لڑکی نے مجھے پسند نہیں کیا۔!"

"اوہ تو تم سمجھتے ہو کہ میں تمہیں بیوقوف بنا رہی ہوں۔!"

عمران نے سر کو جنبش دی۔

"ختم کرو.....!" وہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔ "تمہارے ساتھ وقت اچھا گزرے گا۔ اس میک اپ میں ہمیں کوئی نہ پہچان سکے گا۔ چلو کھلی فضا میں نکل چلیں اور سب کچھ بھول جائیں۔ تمہاری بہنیں مجھے بہت پسند آئی تھیں۔ میں پوری پوری ایمان داری سے اُن کے ساتھ کچھ وقت گزارنا چاہتی تھی۔!"

"فکر نہ کرو..... تمہیں جلد ہی اس کا موقع مل جائے گا۔!"



"مجھے افسوس ہے یور ایکسی لنسی.....!" رحمان صاحب نے سفیر سے کہا۔ "لڑکی کا ابھی تک سراغ نہیں مل سکا۔!"

سفیر خود ہی ان کے دفتر تک آیا تھا۔ سر سلطان اس کے ساتھ تھے۔

"میں اس وقت لڑکی کے لئے نہیں آیا۔!"

"فرمائیے.... میں کیا خدمت کر سکتا ہوں۔!"

"میرا وہ سیکریٹری جو کسی درندے کا شکار ہوا تھا شاید پہلے ہی سے خود کو خطرے میں محسوس کر رہا تھا۔!"

"اوہ.... بھلا وہ کس طرح یورا ایکسی لنسی....؟"

"اس کی نجی ڈائری کے اندراجات یہی ظاہر کرتے ہیں۔ پروفیسر والے حادثے سے تین دن قبل کی تاریخ میں اُس نے جو کچھ لکھا ہے اس کی روشنی میں یہی کہا جا سکتا ہے۔!"

"کیا آپ وہ ڈائری مجھے دکھانا پسند کریں گے۔!"

"کیوں نہیں....! میں اسی لئے یہاں آیا ہوں۔ لیکن اس وقت ڈائری میرے پاس نہیں ہے۔ کیا آپ سفارت خانے تک چل سکیں گے۔!"

"مجھے بے حد افسوس ہے یورا ایکسی لنسی۔! میں فی الحال آفس نہیں چھوڑ سکوں گا۔!"

"تب تو دشواری ہو گی۔!"

"میں سمجھا نہیں.... یورا ایکسی لنسی....!"

"بعض وجوہ کی بناء پر ڈائری سفارت خانے سے باہر نہیں لے جائی جا سکتی۔!"

"آپ اس خاص تحریر کی نقل بھی مجھے بھجوا سکتے ہیں۔!"

"ہوں.... اچھا میں دیکھوں گا۔!" سفیر بے حد فکر مند نظر آنے لگا۔

رحمان صاحب اُسے بغور دیکھے جا رہے تھے۔ دفعتاً بولے "آخر مجرم اپنی ان حرکتوں سے کسے مرعوب کرنا چاہتا ہے۔!"

"کیا مطلب....؟" سفیر چونک پڑا۔

"مطلب صاف ہے.... پروفیسر میکس اور فرسٹ سیکریٹری کو سائیلنسر لگے ہوئے پستول سے بھی قتل کیا جا سکتا تھا۔ آخر درندگی کے اس مظاہرے کی کیا ضرورت تھی۔!"

"یقیناً.... یقیناً.... یہی تو باعث تشویش تھی....!" سفیر کے لہجے میں بوکھلاہٹ تھی۔

"لہٰذا اب مجھے بتائیے کہ آپ کو کس قسم کی دھمکی ملی ہے۔!"

"مجھے....؟ نہیں تو۔!" سفیر کی سراسیمگی پر سر سلطان نے چونک کر رحمان صاحب کی طرف دیکھا۔

رحمان صاحب کی نظریں سفیر پر تھیں۔ اس نے سنبھالا لے کر کہا۔ "اچھی بات ہے میں کوشش کروں گا کہ ڈائری کی مذکورہ تحریر کی نقل آپ تک پہنچ جائے۔!"

پھر سفیر تو رخصت ہو گیا تھا۔ لیکن سر سلطان وہیں رک گئے تھے۔

"کیا قصہ ہے مجھے بھی تو کچھ بتاؤ۔!" سر سلطان نے رحمان صاحب کو مخاطب کیا۔

"تم اپنے قصے مجھے کب بتاتے ہو۔!"

"میں کیا بتاؤں۔!"

"پروفیسر میکس حکومت کا مہمان کیوں تھا....؟"

"یہ میرے محکمے کا راز ہے۔!"

"پھر میں اپنے محکمے کے راز تم پر کیسے ظاہر کر سکتا ہوں۔ ویسے تم یہ تو بتا ہی سکو گے کہ وہ تمہارے ساتھ یہاں کیوں آیا تھا۔!"

"اس سے زیادہ نہیں جانتا جتنا اس نے ابھی تمہیں بتایا تھا۔!"

"یہ اطلاع مجھے فون پر بھی دی جا سکتی تھی۔ سفیر کا رویہ حیرت انگیز ہے اور تم نے دیکھا دھمکی والی بات پر کس طرح نروس ہو گیا تھا۔!"

"ہاں....! میرا خیال ہے کہ اس کی اچانک سراسیمگی کی تہہ میں کچھ نہ کچھ ضرور ہے۔!"

"بس اب تم اپنا کام دیکھو.... میں اپنا دیکھوں گا۔!"

"عمران کہاں ہے....!"

"میں نہیں جانتا....!" رحمان صاحب نے ناخوش گوار لہجے میں کہا۔

"لڑکی تمہاری کوٹھی سے غائب ہو گئی اس پر حیرت ہے۔!"

"سفیر سے تمہارے دوستانہ تعلقات ہیں۔!" رحمان صاحب نے بات اڑا کر کہا اور سر سلطان انہیں تیکھی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولے۔ "لڑکی کی بازیابی بے حد ضروری ہے۔!"

"یہ میرا دردِ سر ہے میں ہی دیکھوں گا تم خواہ مخواہ پریشان ہو رہے ہو۔!"

"ڈیوڈ ہکسر کے سلسلے میں تمہاری یادداشت نے کچھ مواد فراہم کیا یا نہیں۔!"

"نہیں.... میرے لئے یہ نام بالکل نیا ہے۔!"

"لڑکی اس کی توسط سے تم تک پہنچی تھی۔!"

"اور کسی کا نام پتا بتائے بغیر غائب بھی ہوگئی۔" رحمان صاحب کے بے حد سنجیدہ چہرے پر راہٹ نمودار ہوئی۔

"تم کچھ چھپا رہے ہو رحمان۔!"

"رازداری ہی میرے محکمے کی اصل کارکردگی ہے۔ ویسے کیا تم بتا سکو گے کہ پروفیسر میکس سفارش کس نے کی تھی۔!"

"میں اس سوال کا مطلب نہیں سمجھا۔!"

"کسی منصوبے کی تکمیل ہی کے سلسلے میں اس کی خدمات حاصل کی گئی ہوں گی۔ اس کے کس نے سفارش کی تھی....؟"

"سائنسی تحقیقات کے ادارے کے ایک رکن نے۔!"

"غالباً اس کا نام بتا دینے میں کوئی حرج نہ ہوگا۔!"

"ڈاکٹر شہریار۔!"

"اوہ....!" رحمان صاحب کسی سوچ میں پڑ گئے۔

سر سلطان انہیں پر تشویش نظروں سے دیکھتے رہے پھر اٹھتے ہوئے بولے۔ "میں جا رہا ں۔ عمران کا سراغ ملے تو مجھے مطلع کرنا۔!"

"کیوں....؟ کیا بات ہے۔!" رحمان صاحب نے تلخ لہجے میں کہا۔ "میرا خیال ہے کہ وہ مجھ ے زیادہ تمہارے قریب ہے۔!"

"ہے تو.... لیکن نہ جانے کیوں وہ اس معاملے میں مجھ سے بھی رازداری برت رہا ہے۔!"

رحمان صاحب نے کچھ کہے بغیر الوداعی مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھا دیا۔ سر سلطان کے خصت ہو جانے کے بعد عمران بائیں جانب والے دروازے سے نمودار ہوا۔ اس وقت بھی وہ مر ریٹائرڈ فوجی کے میک اپ میں تھا۔

"میں نے غلط تو نہیں کہا تھا۔" عمران آہستہ سے بولا۔

"ہوں....!" رحمان صاحب نے پر تفکر انداز میں سر کو جنبش دی۔

"وہ آپ کو سفارت خانے لے جانا چاہتا تھا۔!"

"دھمکی کے حوالے پر وہ کسی قدر حواس باختہ بھی ہو گیا تھا۔"

"بس تو یہ ثابت ہو گیا کہ پروفیسر اور سیکریٹری والا طریقہ قتل محض دوسروں کو دھمکانے کے لئے اختیار کیا گیا تھا۔!"

"لیکن سفیر کسی طرح بھی اس کا اعتراف نہیں کرے گا کہ کسی نے اُسے دھمکی دی ہے۔!"

"میں صرف اتنا چاہتا تھا کہ آپ میرے اس نظریئے سے متفق ہو جائیے۔!"

رحمان صاحب خاموشی سے اُسے دیکھتے رہے۔ عمران چند لمحے خاموش رہ کر پھر بولا۔

"آپ یہاں بھی محفوظ نہیں ہیں۔ آپ کے کسی ماتحت کو بھی ایسی ہی موت کا خوف دلا کر کام نکالا جا سکتا ہے۔!"

"میرا بھی یہی خیال ہے۔ سفیر سے گفتگو کے بعد میں نے بھی یہی سوچا تھا۔!"

"خیر میں دیکھوں گا کہ اس سلسلے میں کیا کر سکتا ہوں۔" عمران کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "ویسے ڈاکٹر شہریار سے بیری فان سے متعلق کسی قسم کی گفتگو ہوئی تھی....؟"

"تم کیا جانو....!" رحمان صاحب چونک کر اُسے گھورنے لگے۔

"ڈاکٹر شہریار کے نام پر میں نے آپ کا ردِ عمل دیکھا تھا۔!"

"تم ٹھیک سمجھے۔ اس سے محض رواروی میں ایک بات ہوئی تھی۔ ظاہر ہے کہ بیری فان کا ہم سے کیا تعلق.... ایک بحث کے دوران میں بیری فان کا حوالہ دیتے ہوئے مثال کے طور پر ایک واقعہ بیان کیا تھا۔!"

"شہریار عرصہ دراز تک بیری فان کے ملک میں رہ چکا ہے۔!" عمران پُر تفکر لہجے میں بولا۔

رحمان صاحب اس کی آنکھوں میں دیکھے جا رہے تھے۔ دفعتاً وہ سوال کر بیٹھے۔ "کیا تم سر سلطان کے لئے کام کر رہے ہو۔!"

"جی نہیں....! آپ کا سایہ اپنے سر پر قائم رکھنے کی جدوجہد میں مصروف ہوں۔!"

"میری فکر نہ کرو....!" رحمان صاحب نے خشک لہجے میں کہا۔

"میں آپ سے یہ نہیں پوچھوں گا کہ بیری فان کے سلسلے میں آپ نے شہریار سے کیا کہا تھا۔ لیکن اگر آپ مجھے روزا کے پاس سے برآمد ہونے والے سرنج اور محلول عطا کر دیں تو بڑی

ہربانی ہو گی۔"

"کیوں....؟"

"ضرورت ہے.... میں چاہتا ہوں کہ اب یہاں پھر کوئی ایسا وحشیانہ قتل نہ ہونے پائے اور اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب تیزی سے کام کیا جائے۔"

"میں پوچھ رہا ہوں تم نے اس محلول کا مطالبہ کیوں کیا ہے۔!"

"تیزی سے کام کرنے کے لئے.... منطقی بحثوں کا وقت نہیں ہے۔"

رحمان صاحب نے کسی قدر ہچکچاہٹ کے ساتھ بالآخر اس کا مطالبہ پورا کر دیا تھا۔



ڈاکٹر شہریار کی گاڑی کسی طرح بھی اسٹارٹ ہونے کا نام نہیں لیتی تھی۔ تھک ہار کر اس نے نسٹی ٹیوٹ کی گاڑی کے لئے فون کیا۔ اس وقت کسی وجہ سے انسٹی ٹیوٹ پہنچنا بہت ضروری تھا۔

وہ ادھیڑ عمر کا ایک تنومند آدمی تھا۔ صحت بہت اچھی تھی۔ معمولی گفتگو کرتے وقت بھی ایسا لگتا تھا جیسے مقابل کو پھاڑ کھائے گا۔ اس کی موجودگی میں اس کے متعلقین اونچی آوازوں میں گفتگو ہیں کر سکتے تھے۔

اس وقت گاڑی اسٹارٹ نہ ہونے پر ڈرائیور کی شامت آگئی تھی۔ جب تک انسٹی ٹیوٹ کی اڑی نہیں آگئی تھی اس پر گرجتا برستا رہا تھا۔ پھر انسٹی ٹیوٹ کی گاڑی دیکھ کر بھڑک اٹھا۔ کار کی جائے دین آئی تھی اور اگلی سیٹ پر ڈرائیور کے ساتھ ایک سیکیورٹی گارڈ بھی بیٹھا ہوا تھا جو اتر کر ین کے پچھلے حصے میں چلا گیا۔

طوعاً و کرہاً ڈاکٹر کو ڈرائیور کے برابر بیٹھنا پڑا تھا۔

تھوڑی دیر بعد اس نے چونک کر ڈرائیور سے کہا۔ "یہ تم کدھر لیے جا رہے ہو۔!"

لیکن ابھی ڈرائیور جواب نہیں دینے پایا تھا کہ کوئی ٹھنڈی سی چیز گردن سے آلگی اور ساتھ ی وین کے پچھلے حصے سے سیکیورٹی گارڈ نے کہا۔ "پستول بے آواز ہے ڈاکٹر صاحب.... چپ باپ بیٹھے رہئے۔!"

"کیا مطلب....؟"

"نہیں.... مڑ کر دیکھنے کی کوشش بھی خطرناک ثابت ہو گی۔!" گارڈ نے گردن پر پستول کا

دباؤ ڈالتے ہوئے کہا۔

''آخر یہ کیا بکواس ہے۔!''

''چپ چاپ بیٹھے رہئے جناب....!'' ڈرائیور نے نرم لہجے میں کہا۔

ٹھیک اسی وقت پیچھے بیٹھے ہوئے گارڈ نے بائیں ہاتھ سے ایک تہہ ہوا رومال ڈاکٹر شہریار کی ناک پر رکھ کر دباؤ ڈالا۔ گردن پر پستول کی نال تھی اس لئے وہ بے چون وچرا ساکت ہو گیا۔

پھر دوبارہ ہوش آنے پر اس نے خود کو بستر پر پایا تھا۔ بوکھلا کر اٹھ بیٹھا، کیوں کہ یہ اس کی اپنی خواب گاہ نہیں تھی۔

''آرام سے لیٹے رہئے جناب....!'' دفعتاً بائیں جانب سے آواز آئی۔ لہجہ غیر ملکی تھا اور مخاطب کرنے والا کوئی مرد نہیں تھا۔ بڑی خوب صورت سفید فام عورت تھی۔

''مم.... میں کہاں ہوں۔!'' ڈاکٹر ہکلایا۔

''ابھی تک دوستوں میں ہی ہو۔!''

''سوال یہ ہے کہ اس طرح مجھے یہاں کیوں لایا گیا ہے کیا تم لوگ میری پوزیشن سے واقف نہیں ہو....؟'' ڈاکٹر نے اپنے فطری اکھڑ پن کا مظاہرہ کیا۔

''ہم جانتے ہیں جناب.... لیکن ہم جس شخص کے لئے کام کر رہے ہیں وہ کسی کو بھی خاطر میں نہیں لاتا۔!''

''کون ہے وہ....؟'' ڈاکٹر دھاڑا.... اور اُسی وقت ایک خوف ناک شکل والا آدمی کمرے میں داخل ہوا۔ جس کی پھولی ہوئی بھدی ناک کے نیچے گھنی مونچھوں کے سائبان نے پورے دہانے کو ڈھانپ رکھا تھا۔

''میں ہوں....!'' اس نے ڈاکٹر کو گھورتے ہوئے سرد لہجے میں کہا۔

''اس حرکت کا مقصد....؟''

''تم اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھے ہو۔ اس لئے بغرض علاج تمہیں یہاں لایا گیا ہے۔!''

''یہ کیا بکواس ہے....!'' ڈاکٹر حلق پھاڑ کر دہاڑا۔

''پاگلوں کی باتوں کا بُرا نہیں مانتا....!'' خوف ناک چہرے والے نے جواب دیا۔

''میں تمہیں گولی مار دوں گا۔!''

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے.....!" وہ سر ہلا کر بولا۔ "جب چاہے مار دینا لیکن اس وقت میری ایک بات مان لو۔!"

"شٹ اپ.....!"

"اچھی بات ہے.... زبردستی علاج کرنا پڑے گا۔!"

پھر اس نے باآواز بلند کسی کو پکارا تھا۔ دو آدمی داخل ہوئے اور انہوں نے ڈاکٹر شہریار کو بستر پر پچھاڑ دیا۔

"یہ کیا ہو رہا ہے۔ تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا۔!" شہریار چیختے جا رہا تھا۔ اتنے میں بدہیئت آدمی نے الماری کھول کر ایک ہائپوڈرمک سرنج نکالی جس میں بے رنگ سیال بھرا ہوا تھا۔

"نہیں..... نہیں..... یہ تم کیا کر رہے ہو۔ اس کا کیا مطلب ہے۔" شہریار بے بسی سے چیخا۔ لیکن فوراً ہی سرنج کی سوئی اس کے بازو میں ڈوبتی چلی گئی۔ آواز حلق میں گھٹ کر رہ گئی۔ آنکھیں پھیل گئی تھیں اور منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔ پھر آہستہ آہستہ جبڑے کے عضلات ڈھیلے پڑ گئے اور پلکیں جھکتی چلی گئیں۔ اب وہ گہری نیند سو رہا تھا۔

وہ سب کمرے سے باہر نکل گئے۔ ڈاکٹر شہریار نے پتا نہیں پھر کب آنکھیں کھولی تھیں۔ کچھ دیر تک اُس کا چہرہ ہر قسم کے تاثرات سے عاری نظر آ رہا تھا پھر یک بیک خدوخال میں کھنچاؤ سا پیدا ہونے لگا اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ ایک بے حد خوف زدہ آدمی نظر آنے لگا۔ اٹھ بیٹھا تھا لیکن اس طرح گھٹنوں میں سر دیے رکھا تھا جیسے گردوپیش کا جائزہ لینے کی بھی ہمت نہ رکھتا ہو۔ دفعتاً دروازہ کھلنے کی آواز پر چونک پڑا اور پھر آنے والے پر نظر پڑتے ہی ہکلانے لگا۔ "تت..... تم..... تم تو عمران ہی ہو نا۔ رحمان کے بیٹے.....؟"

"ہاں..... انکل.....!"

"اچھا..... اچھا..... مجھے یہاں سے لے چلو..... پتا نہیں وہ کیا چاہتے تھے۔!"

"کہاں لے چلوں.....؟" عمران نے حیرت سے کہا۔ "آپ میرے گھر میں ہیں۔!"

"تمہارے گھر میں ہوں۔" ڈاکٹر خوف زدہ لہجے میں بولا۔

"ہاں انکل میں نے آپ کو ایک جگہ سڑک کے کنارے بیہوش پڑا پایا تھا۔!"

"بیٹھ جاؤ..... بیٹھ جاؤ.....!" ڈاکٹر بچکانہ انداز میں بولا۔ "وہ لوگ مجھے زبردستی لے گئے تھے

اور پھر پاگل کہہ کر میرا علاج کرنے لگے تھے۔!"

"حیرت انگیز۔!" عمران نے احمقانہ انداز میں آنکھوں کو گردش دی پھر یک بیک اچھل کر بولا۔"ارے ہاں یہ تو میں بھول ہی گیا آپ کے کوٹ کے کالر سے یہ کارڈ پن کیا ہوا تھا۔ یہ دیکھئے۔!"

عمران نے ایک چھوٹا سا کارڈ اس کی طرف بڑھادیا جس پر "بیری فان" لکھا ہوا تھا۔

"ارے یہ کیوں....؟" وہ حیرت سے اس کارڈ کو گھورتا ہوا بولا۔"اگر یہ بیری فان کی حرکت تھی تو اس کو کیا کہا جائے۔!"

"اوہ.... تو کیا یہ کسی کا نام ہے۔!"

"ہاں.... یہ میرا دوست ہے.... ہم دونوں نے کئی سال ساتھ گزارے ہیں۔!"

عمران نے تفہیمی انداز میں سر کو جنبش دی۔ اسکی آنکھوں سے گہری طمانیت جھانک رہی تھی۔

"کیا اُسے آپ کے ساتھ ایسی حرکت کرتے ہوئے شرم نہیں آئی۔"

"اسی پر تو مجھے حیرت ہوئی تھی میرے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا کہ بیری فان یہاں موجود ہے۔ میں نے ہی تو اُسے یہاں بلوایا تھا۔!"

"تب تو سخت نامعقول آدمی معلوم ہوتا ہے۔ مگر کیوں بلوایا تھا۔!"

"بھئی اس کا ایک کام تھا۔ وہ جو تمہارے والد صاحب ہیں نا ان کے قبضے میں اس کے خلاف کچھ ایسے ثبوت ہیں جو اس کا کیریئر تباہ کر سکتے ہیں۔ میں نے اُسے مطلع کر دیا تھا پھر جب وہ یہاں آیا تو ہم نے ایک اسکیم بنائی۔!"

"واقعی....!"

"ہاں.... پھر وہ واپس چلا گیا تھا۔ اس کے بعد میں نے اسی کی بنائی ہوئی اسکیم کے مطابق حکومت کو مشورہ دے کر ایک کیمیادان پروفیسر میکس کو یہاں بلوایا۔!"

"اوہو.... وہی پروفیسر میکس تو نہیں جسے کسی جانور نے مار ڈالا۔!"

"ہاں.... ہاں.... وہی پتہ نہیں کس جانور نے اسے مار ڈالا.... کیوں مار ڈالا....!"

"آپ نے کس سلسلے میں اُسے بلوانے کا مشورہ حکومت کو دیا تھا....!"

"ایک ایسی دوا کی تیاری جو مجرموں سے اعترافِ جرم کرانے کے سلسلے میں ممد و معاون ثابت ہو۔ اعترافِ جرم کرانے کے لئے تشدد کرنا پڑتا ہے۔ حکومت چاہتی ہے کہ اس طریقے کو

ترک کردیا جائے۔ پروفیسر میکس ایسی بہت سی ادویات کا موجد تھا۔!"

"بہر حال آپ نے اسے بیری فان کے مشورے پر بلایا تھا۔!"

"ہاں.... اسی نے مجھے مشورہ دیا تھا اور کہا تھا کہ پروفیسر میکس کی توسط سے وہ اپنا مقصد بھی حاصل کرلے گا یعنی وہ سارے ثبوت جو اس کے خلاف تمہارے والد کی تحویل میں ہیں اس کے قبضے میں آجائیں گے۔!"

"بھلا وہ کس طرح....؟" عمران نے پوچھا۔

"یہ تو اس نے نہیں بتایا تھا۔!"

"بیری فان کے بارے میں آپ اور کیا جانتے ہیں۔!"

"بس اتنا ہی کہ وہ اپنے ملک کی انقلابی پارٹی کا لیڈر ہے اور وہاں کی ڈکٹیٹر شپ کا خاتمہ کرنا چاہتا ہے۔ جب میں وہاں مقیم تھا میں نے بھی اس کی پارٹی کے لئے کام کیا تھا۔ مجھے بھی ڈکٹیٹر شپ سے نفرت ہے خواہ وہ کسی ملک میں قائم ہو۔!"

"بیری فان کہاں مقیم ہے....؟"

"یہ اس نے نہیں بتایا۔ اتنا حیرت انگیز آدمی آج تک میری نظروں سے نہیں گزرا۔ جانتے ہو وہ ایک پٹھان کے بھیس میں میرے پاس آتا ہے اور کسی پٹھان ہی کی طرح پشتو بول سکتا ہے۔!"

"آپ کا چوکیدار بھی تو پٹھان ہی ہے۔!"

"ہاں.... ہاں.... دونوں میں گاڑھی چھنتی ہے۔ لیکن آخر اس نے میرے ساتھ ایسی حرکت کیوں کی....؟"

"اُسے بھول جایئے.... میں دیکھ لوں گا۔ آپ کے چوکیدار کو اس نے اپنا کیا نام بتایا ہے۔!"

"درویش خان....!"

"ٹھیک ہے... اب آپ اُس کے بارے میں کچھ نہ سوچئے.... میں سب کچھ دیکھ لوں گا۔!"

"اب میں گھر جانا چاہتا ہوں۔!"

"نہیں! آپ اس وقت تک یہیں رہیں گے جب تک کہ بیری فان سے نہ معلوم کرلوں کہ اس نے یہ حرکت کیوں کی تھی۔!"

"اچھی بات ہے.... تم کہتے ہو تو میں یہیں رہوں گا۔!"

"ایک بات اور.... میرے والد صاحب کے پاس اس کے خلاف کس قسم کے ثبوت ہیں جو اس کا کیریئر تباہ کر دیں گے۔!"

"ان کا کہنا ہے کہ حقیقتاً ڈکٹیٹر کا پٹھو ہے۔ عوام کو دھوکہ دینے کے لئے اس نے انقلابی لیڈر ہونے کا ڈھونگ رچایا ہے۔!"

"اچھا.... اچھا.... میں سمجھ گیا....!" عمران سر ہلا کر بولا۔

"تم بہت اچھے لڑکے ہو۔!"

"شکریہ....! یہاں آپ کو کوئی تکلیف نہ ہو گی ویسے بیری فان کا پروفیسر کی موت کے بارے میں کیا خیال ہے۔!"

"وہ بھی پریشان ہے۔ ابھی تک پتہ نہیں لگا سکا کہ پروفیسر کی موت میں کس کا ہاتھ تھا اور شاید ہماری پولیس بھی اس میں ناکام رہی ہے۔!"

"اچھا اب آرام فرمایئے۔" عمران نے کہا اور اُسے وہیں چھوڑ کر کمرے سے چلا گیا۔

ڈاکٹر شہریار کی شخصیت ہی بدل کر رہ گئی تھی۔ تیکھے خدوخال ڈھیلے پڑ گئے تھے اور آنکھوں میں خوف کی پرچھائیں گویا جم کر رہ گئی تھیں۔



رحمان صاحب آفس تک محدود ہو کر رہ گئے تھے اور گھر کی نگرانی ایکس ٹو کے ماتحت کر رہے تھے۔ عمران نے اسے مناسب نہیں سمجھا تھا کہ رحمان صاحب گھر کی نگرانی کے لئے اپنے محکمے کے گارڈز کا انتظام کرتے یا پولیس کی مدد طلب کرتے.... دراصل اس معاملے میں رازداری سے کام لیا جا رہا تھا۔ یہ بات صرف باپ بیٹے کے درمیان رہی تھی کہ بیری فان کا نشانہ حقیقتاً رحمان صاحب تھے۔ انہوں نے اس سلسلے میں کوئی باضابطہ کاروائی نہیں کی تھی۔

عمران روزا سمیت ساحلی علاقے کے ہٹ میں مقیم تھا۔ فرصت کے اوقات میں دونوں کسی طرف نکل کھڑے ہوتے۔ اس وقت بھی عمران اسے کہیں لے جا رہا تھا۔

"ہم دونوں بالکل جاپانی ہوتے جا رہے ہیں۔" روزا بولی۔ "لیکن تم نہیں....! صرف میں تمہاری قومیت ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آسکی۔!"

"گدھے دنیا کے ہر حصے میں رہتے ہیں۔!" عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"تم واقعی عجیب ہو.... کبھی پاگل معلوم ہوتے ہو اور کبھی بہت بڑے ہوش مند.... اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ مرد بالکل نہیں معلوم ہوتے۔!"

"اب تم مجھے غصہ دلا رہی ہو۔!" عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"یقین کرو....! ایسا ہی لگتا ہے جیسے کسی عورت کے ساتھ دن گزار رہی ہوں۔!"

"اگر میں ایسا نہ ہوتا تو میرا باپ کبھی مجھے تمہارے حوالے نہ کرتا۔!"

"اچھا بے وقوفی کی باتیں نہ کرو۔!" وہ بھنا گئی۔

"بہت اچھا....!" عمران نے سعادت مندانہ انداز میں کہا۔

وہ کچھ دیر بُرا سا منہ بنائے خاموش بیٹھی رہی پھر بولی۔ "ہم کہاں جا رہے ہیں۔!"

"اب ہم ایک خاندان کے ساتھ مہمانوں کی طرح رہیں گے۔!"

"کیا مطلب....؟"

"ہم ڈاکٹر شہریار کے مہمان ہیں۔!"

"یہ کیا بلا ہے....؟"

"اُس نے ہمیں بحیثیت مہمان قبول کر لیا ہے۔!"

"اس کی کیا ضرورت ہے۔!"

"وہاں عورتیں بھی ہیں۔ تم ان سے انگلش میں گفتگو کر سکو گی۔!"

"دیکھو....! تمہیں پھر آگاہ کر رہی ہوں کہ مجھے جاپانی نہیں آتی۔!"

"مجھے کب آتی ہے۔!" عمران نے سر ہلا کر کہا۔ "میرا نام ڈاکٹر سکنارا ہے اور تم مسز سکنارا۔!"

"بکواس مت کرو.... تم صورت سے مرد ہی نہیں لگتے شوہر کیا معلوم ہو گے۔!"

"دنیا میں بہتیرے شوہر ایسے بھی ہوتے ہیں۔!"

"سوال یہ ہے کہ اس کی ضرورت ہی کیوں پیش آئی....؟"

"اسی اسکیم کا ایک حصہ ہے جس کے تحت ہم بیری فان پر ہاتھ ڈال سکیں گے۔!"

"یقین کرو! اب مجھے اس کی بھی پرواہ نہیں ہے کہ میں اپنے ملک واپس جا سکوں گی یا نہیں۔!"

"لیکن میں اس دوست کے گریبان پر ضرور ہاتھ ڈالوں گا جس نے ایک دوست کو ذاتی مفاد پر قربان کر دیا۔ بیری فان کتنا بڑا فراڈ ہے۔ یہ میں تمہارے ہم وطنوں کو بتاؤں گا۔!"

"مجھے کسی چیز سے دل چسپی نہیں رہی۔" روزا نے بیزاری سے کہا۔ "میرا باپ مر گیا۔ اب میرا دنیا میں کوئی بھی نہیں۔!"

"اچھا تو پھر تم کیا چاہتی ہو....؟"

"کچھ بھی نہیں۔!"

"لیکن میں تو اس آدمی کو نہیں چھوڑ سکتا جس نے میرے ملک میں چار زندگیاں ختم کی ہیں۔!"

"چار کون....؟ کیا دو اور بھی مارے گئے.... وہ کون تھے....؟"

"مقامی آدمی، جو بیری فان کے لئے کام کرتے تھے۔!"

"پتہ نہیں آدمی کب خود کو پہچان سکے گا۔!"

"اس لئے کوشش نہیں کرتا کہ خود کو پہچان لینے کے بعد اُلو ہو کر رہ جائے گا۔!"

"وہ کس طرح....؟"

"آدمی میں رکھا ہی کیا ہے جسے پہچان کر وہ کسی فائدے میں رہے گا۔ اسے تو بس سونے اور جواہرات کی کانوں کی تلاش میں رہنا چاہئے۔!"

"خیر ختم کرو.... میں کسی کو دھوکہ نہیں دے سکتی۔ اس میک اپ میں کسی کی بھی مہمان نہیں بن سکتی۔!"

"تو پھر کیا میں تمہیں تل کر کھاؤں۔!"

"مجھے پولیس کے حوالے کر دو....!"

"کیوں....؟" عمران چونک کر اُسے گھورنے لگا۔

"میں بیری فان کی شریک جرم تھی۔ میں نے جرم کا اعتراف بھی کر لیا تھا پھر مجھ پر یہ عنایت کیوں....!"

"تم مظلوم ہو.... اس لئے.... دیدہ دانستہ اس جرم میں شریک نہیں تھیں۔!"

"کیوں نہیں.... میں دیدہ دانستہ اس جرم میں شریک تھی۔ تمہارے باپ پر قابو پا کر انہیں بیری فان کے پاس لے جاتی۔!"

"تمہیں یہ باور کرایا گیا تھا کہ تمہارے باپ کے قتل میں میرے باپ کا ہاتھ ہے اور اسی کا اعتراف کرانے کے لئے بیری فان ان پر قابو پانا چاہتا تھا۔"

"کچھ بھی ہو..... میں شریک جرم تھی۔!"

"میں نے اور میرے باپ نے تمہیں معاف کیا... اب کہو۔!"

"تم عجیب لوگ ہو..... میری سمجھ سے باہر..... خیر ہو گا کچھ..... میں کسی کی مہمان نہیں بننا چاہتی۔ یا تو اسی ہٹ میں تمہارے ساتھ رہوں گی یا پھر مجھے جیل بھجوا دو۔!"

"اچھی بات ہے.....! ہم ڈاکٹر شہریار کے مہمان نہیں بنیں گے۔ لیکن ہمیں ان کے گھر تک بہر حال چلنا ہے۔!"

روزا اس بار کچھ نہ بولی۔ عمران کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ ایک پبلک ٹیلی فون بوتھ کے قریب اس نے گاڑی روکی اور نیچے اتر کر بوتھ کے اندر چلا گیا۔ روزا متفکرانہ انداز میں بوتھ کی طرف دیکھتی رہی۔

عمران کچھ دیر بعد واپس آکر گاڑی میں بیٹھتا ہوا بولا۔ "فی الحال میں تنہائی چاہتا ہوں۔!"

"کیا مطلب.....!"

"ایک سوئیس لڑکی تمہیں کسی محفوظ مقام پر لے جائے گی اور میں جلد ہی پھر تم سے آملوں گا۔!"

"اچھی بات ہے.....!" وہ طویل سانس لے کر بولی۔ "لیکن وہ مجھ سے کسی قسم کی پوچھ گچھ تو نہیں کرے گی۔!"

"قطعی نہیں..... بے فکر رہو.....!" عمران نے کہا اور گاڑی حرکت میں آگئی۔

کچھ دیر بعد پبلک گارڈن کے قریب اس نے پھر گاڑی روکی تھی۔ روزا خاموشی سے گرد و پیش کا جائزہ لیتی رہی پھر دوبارہ تین منٹ بعد ہی ان کے قریب ایک گاڑی آکر رکی جسے جولیانا فٹنر واٹر ڈرائیو کر رہی تھی۔

"چلو اس گاڑی میں بیٹھ جاؤ۔" عمران نے نیچے اتر کر روزا کے لئے دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔

روزا نے مشینی انداز میں اس کی ہدایت پر عمل کیا تھا۔ جولیا نے عمران کو گھورتے ہوئے گاڑی اسٹارٹ کی۔

عمران پھر اپنی گاڑی میں آبیٹھا۔ اب اس کا رخ عالم گیر روڈ کی طرف تھا۔ چوراہے سے مڑتے ہی اس نے ڈیش بورڈ کے ایک خانے سے ریڈی میڈ میک اپ نکالا اور اُسے ناک پر فٹ کرتے ہوئے عقب نما آئینے پر نظر ڈالی۔ جاپانی بناوٹ والی سپاٹ آنکھوں کے نیچے یہ میک اپ

کچھ کا کچھ ہو گیا۔ منگول نسل کے کسی چرواہے کی سی شکل نکل آئی تھی۔ گاڑی تیز رفتاری سے مسافت طے کرتی رہی پھر کچھ دیر بعد وہ ڈاکٹر شہریار کی کوٹھی کے سامنے رکی تھی۔ پھاٹک پر ایک آدمی موجود تھا۔ اس نے عمران کو بڑے غور سے دیکھا اور پھر آہستہ آہستہ چلتا ہوا گاڑی کے قریب آ گیا۔ عمران نے محسوس کیا کہ وہ ڈاکٹر شہریار کا چوکیدار نہیں ہے۔!

"چوکیدار کہاں ہے....؟" اس نے پشتو میں پوچھا۔

"آپ کون ہیں....؟" پشتو ہی میں اس سے سوال کیا گیا۔

"زری خان.... حیدر گل کہاں ہے....؟"

"اس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔!"

"مجھے اس کے پاس لے چلو.... بہت ضروری کام ہے۔!"

"اپنی کوٹھری میں ہے۔!"

عمران اپنی گاڑی سے اترتا ہوا بولا۔ "چلو"۔

عمارت کے عقبی پارک کے سرے پر سرونٹس کوارٹر واقع تھے۔ انہی میں سے ایک میں ڈاکٹر کا چوکیدار حیدر گل پڑا بخار میں تپ رہا تھا۔

"حیدر گل مجھے ڈاکٹر صاحب نے بھیجا ہے۔!"

"کہاں ہیں ڈاکٹر صاحب....؟" حیدر گل نے اٹھنے کی کوشش کی۔

"لیٹے رہو.... پریشانی کی بات نہیں۔ وہ کل سے ایک ضروری کام میں مشغول ہیں۔ انہوں نے درویش خان کو بلایا ہے۔!"

"یہ ہے درویش خان....!" حیدر گل نے اس آدمی کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا جو عمران کو یہاں تک لایا تھا۔

وہ عمران کو گھورتا ہوا بولا۔ "ڈاکٹر صاحب کہاں ہیں....؟"

عمران نے اسے باہر چلنے کا اشارہ کیا۔ وہ اس کے ساتھ چلا، لیکن اس کی آنکھوں سے بے اطمینانی جھانک رہی تھی۔

"وہ اپنی مضافاتی کوٹھی میں ہیں۔" عمران نے درویش خان سے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ وہ بہت زیادہ پریشان ہیں۔ انہوں نے تمہیں بلایا ہے۔!"

"ایسی کیا پریشانی ہے کہ دو دن سے گھر والوں کو بھی پریشان کرر کھا ہے۔!" درویش خان بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"بھائی....! میں نہیں جانتا....اور ہاں وہ کچھ خوف زدہ سے بھی دکھائی دیتے ہیں۔!"

"آپ کون ہیں....؟"

"میں ان کا ایک قریبی دوست ہوں۔!"

گاڑی کے قریب پہنچ کر عمران نے اس کے لئے دروازہ کھولا تھا۔



رحمان صاحب نے اچھی طرح اطمینان کرلیا تھا کہ فون کال عمران ہی کی تھی۔ اس کے بعد انہیں اس کے ایک مشورے پر عمل کرنا پڑا تھا۔ اس نے صرف اتنا ہی کہا تھا کہ وہ اپنے دفتر سے ایک بند گاڑی میں کہیں لے جائے جائیں گے۔

رحمان صاحب پہلے ہی سے اکتاہٹ کا شکار تھے اور اس صورت حال سے چھٹکارا چاہتے تھے۔ اس لئے بے چون وچرا دفتر سے نکل کر اس گاڑی میں بیٹھ گئے تھے۔

سفر آدھے گھنٹے تک جاری رہا۔ رحمان صاحب مسلح تھے۔ گاڑی سے اترے تو دایاں ہاتھ بغلی ہولسٹر پر تھا اور ڈرائیور انہیں ایک عمارت کی طرف لے جا رہا تھا۔ جس کے چاروں طرف دور دور تک کھیت اور باغات پھیلے ہوئے تھے۔ رحمان صاحب قطعی اندازہ نہ لگا سکے کہ وہ اس وقت کہاں ہیں۔ بیٹے کی افتادِ طبع سے بخوبی واقف تھے اس لئے کسی ہچکچاہٹ کے بغیر عمارت میں داخل ہوگئے۔

ڈرائیور انہیں ایک کمرے میں پہنچا کر واپس چلا گیا۔ وہ خاموشی سے بیٹھ گئے۔ کمرے میں ان کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ دفعتاً بائیں جانب سے ایک دروازے کا پردہ ہٹا اور ڈاکٹر شہریار کمرے میں داخل ہوا۔

"تم....؟" رحمان صاحب اٹھ کھڑے ہوئے۔

"بیٹھ جاؤ.... بیٹھ جاؤ.... میرے دوست....!" ڈاکٹر شہریار کی آواز کانپ رہی تھی۔

رحمان صاحب اس میں کوئی تبدیلی محسوس کررہے تھے۔ انہیں بیٹھنے کو کہتا ہوا وہ خود بھی بیٹھ گیا۔ رحمان صاحب متحیر تھے۔ انہیں قطعی علم نہیں تھا کہ عمران کے ذہن میں کیا ہے یا یہاں شہریار کی موجودگی کا کیا مقصد ہے اور شہریار تو اب اس طرح گم سم بیٹھا ہوا تھا جیسے اپنے علاوہ کسی

اور کی موجودگی کا احساس ہی نہ ہو۔ رحمان صاحب اُسے مخاطب کرنے ہی والے تھے کہ ایک جاپانی لڑکی کمرے میں داخل ہوئی۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو ڈاکٹر....!" اُس نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"مم.... میں.... بیٹھا ہوں۔!" ڈاکٹر بوکھلا کر بولا۔

"اپنے کمرے میں جاؤ۔!"

"بہت اچھا....!" ڈاکٹر کہتا ہوا اٹھا اور اسی دروازے سے نکلا چلا گیا جس سے لڑکی داخل ہوئی تھی۔

رحمان صاحب کا ہاتھ بغل کے نیچے ریوالور کے دستے پر پہنچ گیا۔

"تم کون ہو....؟" انہوں نے لڑکی کو مخاطب کیا۔

"میں روزا میکس ہوں جناب....!" وہ ان کے قریب پہنچ کر آہستہ سے بولی۔

"عمران کہاں ہے۔!"

"معلوم نہیں.... ڈاکٹر کے سلسلے میں تشویش کی کوئی بات نہیں۔ اس پر آپ کے بیٹے نے وہی نسخہ آزمایا ہے جسے میرے ذریعے آپ پر آزمایا جانا تھا۔!"

"اوہ....!" رحمان صاحب دم بخود رہ گئے۔

"آیئے.... میرے ساتھ....!"

"ٹھہرو.... تمہارے پاس کیا ثبوت ہے کہ تم روزا میکس ہو۔!"

"میں میک اپ میں ہوں جناب.... آپ کے بیٹے....!"

"ٹھیک ہے.... چلو....!" رحمان صاحب نے کہا۔ انہوں نے اس کی آواز پہلے ہی پہچان لی تھی لیکن مزید اطمینان کرنا چاہتے تھے۔!

وہ انہیں دوسرے کمرے میں لائی اور ایک کھڑکی کے قریب آنے کا اشارہ کیا جس پر پردہ پڑا ہوا تھا۔ پردہ تھوڑا سا سرکایا گیا اور رحمان صاحب متحیر ہوگئے کیوں کہ دوسرے کمرے میں ان کا ایک ہم شکل صوفے پر بندھا پڑا تھا۔ ذرہ برابر بھی تو فرق نہیں تھا۔ رحمان صاحب کو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اپنی تصویر دیکھ رہے ہوں۔ وہ روزا کی طرف مڑے ہی تھے کہ اُس نے اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ رحمان صاحب اپنے ہمشکل کو پھر دیکھنے لگے۔

دفعتاً اُسی کمرے کا پردہ ہٹا اور ڈاکٹر شہریار ایک پٹھان کے ساتھ اندر داخل ہوا جو اپنے روائتی لباس میں کوئی بڑا جاگیر دار معلوم ہو رہا تھا۔

"ارے.....!" پٹھان رحمان صاحب کے ہم شکل پر نظر پڑتے ہی بھونچکا رہ گیا۔ پھر ڈاکٹر شہریار سے بغل گیر ہوتا ہوا بولا۔ یہ کام کیا ہے تم نے ڈاکٹر۔ ایک لاکھ ڈالر والا۔ اور یہ ایک لاکھ ڈالر سوئیزر لینڈ میں اپنے لئے محفوظ سمجھو.....!"

پٹھان بڑی روانی سے انگریزی بول رہا تھا کسی اہل زبان کی طرح۔

رحمان صاحب کی پیشانی پر سلوٹیں اُبھر آئیں۔ دوسرے کمرے میں ان کا ہم شکل بے حس و حرکت پڑا تھا۔

"مگر یہ کیوں کر ممکن ہوا.....؟" پٹھان نے ہم شکل کی طرف ہاتھ اٹھا کر پوچھا۔

"کافی میں خواب آور دوا دے کر باندھ لیا۔" ڈاکٹر بھرائی ہوئی آواز میں بولا وہ پٹھان کی طرف نہیں دیکھ رہا تھا۔ پٹھان آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس صوفے کے قریب پہنچا جس پر رحمان صاحب کا ہم شکل بندھا پڑا تھا۔

"مسٹر رحمان.....!" وہ تن کر بولا۔ "اس وقت بیری فان تم سے مخاطب ہے۔!"

"ہم شکل خوف زدہ انداز میں پلکیں جھپکاتا رہا۔

"کیا یہ نام تمہارے لئے کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔" بیری فان سرد لہجے میں بولا۔

لیکن ہم شکل پہلے ہی کی طرح دم بخود پڑا رہا۔

"سنو.....! میں نے تمہیں مہلت دی تھی۔ ورنہ تمہارے گھر کا ایک ایک فرد میری درندگی کا شکار ہو جاتا۔ ہو سکتا ہے تمہارے چالاک بیٹے نے کسی طرح اس کتے پر قابو پالیا ہو۔ لیکن یہ یاد رکھو کہ میں جس کتے کو بھی چاہوں بارہ گھنٹے میں درندہ بنا سکتا ہوں۔!"

وہ خاموش ہو گیا اور پھر رحمان صاحب نے اپنے ہم شکل کی بھرائی ہوئی آواز سنی۔ "تم مجھ سے کیا چاہتے ہو.....؟"

"وہ کاغذات جو تم نے تین سال پہلے پرتگالی بلیک میلر سلوارا سے حاصل کئے تھے۔!"

"نن..... نہیں تو.....!"

"پھر تمہیں میرے متعلق وہ باتیں کیسے معلوم ہوئی تھیں جن کا ذکر تم نے ڈاکٹر شہریار سے

کیا تھا۔!"

ہم شکل نے پھر چپ سادھ لی۔

"اچھی بات ہے۔ میں دیکھوں گا کہ تم کب تک اپنی زبان بند رکھتے ہو۔ شائد تم پروفیسر میکس اور فرسٹ سیکریٹری کا انجام بھول گئے۔!"

"ان بیچاروں نے تمہارا کیا بگاڑا تھا....؟" ہم شکل نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"انہیں بھی مجھ پر شبہ ہو گیا تھا اور میں ایسے کسی آدمی کو زندہ دیکھنا پسند نہیں کرتا جو میری تہہ تک پہنچنے کی کوشش کرے۔"

رحمان صاحب روزا کی طرف مڑے لیکن اب وہ وہاں نہیں تھی۔ انہوں نے طویل سانس لی اور بغلی ہولسٹر سے ریوالور نکال لیا۔ دوسری طرف بیری فان کہہ رہا تھا۔ "مجھے وہ کاغذات ملنے چاہئیں مسٹر رحمان.... ورنہ ہر روز تمہارے گھر کا ایک ایک فرد درندگی کا شکار ہوتا رہے گا اور روزا میکس کہاں ہے....؟"

"میں یہاں ہوں کتے....!" دوسرے کمرے کے کسی گوشے سے روزا میکس کی آواز آئی اور بیری فان اچھل پڑا۔ روزا آہستہ آہستہ چلتی ہوئی سامنے آئی۔ اب وہ اپنی اصلی ہیئت میں تھی۔ اور اعشاریہ دو پانچ کا پستول اس کے ہاتھ میں تھا۔

"کیا مطلب؟" بیری فان تحیر زدگی کے عالم میں بولا۔

"تم نے میرے اس باپ کو مار ڈالا جس نے ہر قدم پر تمہارا ساتھ دیا تھا۔!"

"ارے... وہ تو....!" بیری فان ہنس پڑا.... ہنستا رہا۔ پھر بولا.... "میں اس شخص کو مرعوب کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔" اس نے رحمان صاحب کے ہم شکل کی طرف اشارہ کیا تھا۔

"تم جھوٹے ہو.... اپنے ملک میں تم میرے باپ کے ساتھ ایسی حرکت کرنے کی جرأت نہیں کر سکتے تھے۔ یہاں تم ایک تیر سے دو شکار کرنا چاہتے تھے۔ میرے باپ کی موت کی ذمہ داری یہاں کی حکومت کے سر جاتی اور تم میرے ذریعے رحمان صاحب پر برین فلسر آزما کر ان سے کاغذات حاصل کر لیتے۔!"

"میں اب بھی یہی کروں گا کتیا کی بچی۔!" یک بیک بیری فان بھڑک اٹھا۔

دفعتاً رحمان صاحب نے کھڑکی کا پردہ ہٹا کر کہا۔ "تم اپنی جگہ سے جنبش بھی نہیں کرو گے۔

میرا نشانہ کسی حال میں بھی خطا نہیں ہوتا۔!"

بیری فان بوکھلا کر آواز کی طرف مڑا۔ اس کے حلق سے بے ساختہ قسم کی آواز نکلی تھی۔ کبھی وہ رحمان صاحب کی طرف دیکھتا تھا اور کبھی ان کے ہم شکل کی طرف۔ روزا نے زوردار قہقہہ لگایا اور بولی۔ "تمہارا برین فلکسر ضائع نہیں ہوا!"

"کک.... کیا مطلب....؟" بیری فان بدقت بولا۔

"ڈاکٹر اسی کے زیر اثر ہمارے مشوروں پر عمل کر رہا ہے۔!" کمرے میں عمران کی آواز گونجی۔ وہ سامنے والے دروازے میں کھڑا احمقانہ انداز میں ہنسے جا رہا تھا۔

"یہ سب کیا ہے....؟ تم لوگ میرے خلاف کچھ بھی ثابت نہ کر سکو گے....!" بیری فان نے سنبھالا لینے کی کوشش کی۔

"تمہاری ساری بکواس ریکارڈ ہو چکی ہے۔!" عمران بولا۔ "اور تم یہاں غیر قانونی طور پر داخل ہوئے ہو۔!"

"اب یہ کھیل ختم کرو...!" رحمان صاحب گرجے۔ "اس کے ہاتھوں میں ہتھ کڑیاں ڈال دو۔!"

"تم لوگ پچھتاؤ گے۔!" بیری فان بھی اونچی آواز میں بولا۔

"نہیں ایسی کوئی بات نہ ہوگی....؟" سناٹے میں ایک نئی آواز اُبھری اور عمران کے عقب سے غیر ملکی سفیر نمودار ہوا۔ سفیر کے ہاتھوں میں ہتھ کڑیوں کا جوڑا تھا۔

"اچھی بات ہے۔!" بیری فان پُر سکون لہجے میں بولا۔ "آؤ اور مجھے ہتھ کڑیاں پہنا دو۔"

"نہیں....! روزا بول پڑی۔ کوئی اس کے قریب نہ جائے ورنہ زندہ نہیں بچے گا۔" بیری فان نے قہقہہ لگایا اور روزا کہتی رہی "اسے گولی مار دینا ہی مناسب ہوگا۔!"

"نہیں....؟" رحمان صاحب بولے "اسے گرفتار کرو....!"

"یہ ٹھیک کہہ رہی ہے۔!" بیری فان غرایا۔ "مجھے ہاتھ لگانے والا زندہ نہیں رہے گا۔!"

عمران اسی دوران میں کسی طرف کھسک گیا تھا۔

"میں تمہارے ہتھ کڑیاں لگاؤں گا۔!" سفیر نے سخت لہجے میں کہا۔ "تم مجھے بھی دھمکیاں دیتے رہے تھے۔!"

"ٹھہر جاؤ...!" روزا چیخی... "تم اس کے قریب پہنچتے ہی زہریلی سوئی کا شکار ہو جاؤ گے۔!"

"لڑکی....! میں تجھ سے سمجھ لوں گا۔" بیری فان دانت پیس کر غرایا۔

ٹھیک اسی وقت کسی طرف سے ایک رسی بیری فان پر گری وہ لڑکھڑایا اور پھر چھت کی طرف اٹھتا چلا گیا۔ اس کی کمر رسی کے پھندے میں جکڑی ہوئی تھی بالآخر روشن دان کے قریب پہنچ کر وہ فضا میں جھولنے لگا۔ روشندان سے گزر کر دوسری طرف نکل جانے والی رسی شاید کہیں باندھ دی گئی تھی۔ پھندے کی گرہ ایسی جگہ تھی کہ بیری فان اسے ہاتھ لگانے سے قاصر تھا۔ وہ حلق پھاڑ پھاڑ کر دہاڑ تا رہا۔



اسی شام رحمان صاحب گھر پر عمران کے منتظر تھے۔ روزا انہی کے ساتھ تھی۔

"آپ اپنے بیٹے کو کچھ دنوں کے لئے کسی دماغی ہسپتال میں داخل کرا دیجئے۔!" اس نے رحمان صاحب سے کہا۔

"کیوں....؟" رحمان صاحب کا لہجہ بے حد خشک تھا۔

"کیا آپ اُسے صحیح الدماغ سمجھتے ہیں....؟ سوال یہ ہے کہ آخر اس ڈرامے کی کیا ضرورت تھی۔ جس وقت اُس نے بیری فان پر قابو پایا تھا اسی وقت ہتھ کڑیاں ڈال دی ہوتیں۔!"

"وہ بالکل صحیح الدماغ ہے اچھی لڑکی۔!" رحمان صاحب آہستہ سے بولے "اُس نے کھڑاگ اسی لئے پھیلایا تھا کہ تم مطمئن ہو جاؤ اور سفیر بھی صحیح حالات سے واقف ہو جائے ورنہ کیا تم یہ سمجھتی ہو کہ بیری فان گرفتار ہونے کے بعد ان سب باتوں کا اعتراف کر لیتا۔!"

روزا کسی سوچ میں پڑ گئی۔ پھر سر ہلا کر بولی۔ "آپ ٹھیک کہتے ہیں اس نے مجھے یہ باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ میرا باپ ڈیوڈ ہکسر اور یہاں کی حکومت کے مابین سازش کا شکار ہوا ہے۔ اسی طرح انقلابی پارٹی کے سارے ارکان ایک ایک کر کے ختم کرا دیئے جائیں گے۔ اگر وہ سب ہمارے ملک میں مارے گئے تو عوام ڈیوڈ ہکسر کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں گے۔!"

"بہر حال اب تم مطمئن ہو گئیں۔!"

"جی ہاں.... آپ کا اور آپ کے بیٹے کا بہت بہت شکریہ۔! اگر وہ پاگل نہیں ہے تو بہت عظیم ہے۔!"

"کیا مطلب....!"

"وہ کسی کی بے بسی سے فائدہ نہیں اٹھاتا۔ میں اُسے ہمیشہ یاد رکھوں گی۔!"

رحمان صاحب کی آنکھوں میں عجیب سی چمک لہرائی جسے احساس فخر کے اظہار کے علاوہ اور کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا۔ تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر روزا نے کہا۔ "کیا یہ ممکن نہیں کہ مجھے یہاں کی شہریت مل جائے اب میں واپس نہیں جانا چاہتی۔"

"ایک بار تو تمہیں واپس جانا پڑے گا اس کے بعد کوشش کی جائے گی کہ تمہیں یہاں کے حقوق شہریت مل جائیں۔!"

روزا پھر کسی سوچ میں پڑ گئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد سر اٹھا کر بولی۔ "سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر آپ کے ملک کا آدمی بیری فان کے چکر میں کیوں پڑ گیا۔"

"ڈاکٹر شہریار.....!" رحمان صاحب طویل سانس لے کر بولے۔ "بہت دنوں تمہارے ملک میں رہ چکا ہے۔ اس زمانے میں وہ بالکل مفلس تھا۔ محنت مزدوری کر کے تعلیم حاصل کرتا رہا تھا۔ اس وقت اسے ساری دنیا کے انقلابیوں سے ہمدردی تھی لیکن جب خود صاحب جائیداد ہو گیا تو پھر بیری فان اُسے صرف ایک دوست کی حیثیت سے یاد رہ گیا اور مزید ہوس نے اُسے اس راہ پر ڈال دیا۔ اگر بیری فان مجھ پر قابو پا لیتا تو ایک لاکھ ڈالر اس کے تھے۔!"

"بلیک میلر سلوارا کا کیا قصہ تھا....؟"

"سلوارا جاسوس بھی تھا اور بلیک میلر بھی۔ ہو سکتا ہے کہ میرے ہاتھوں اپنی گرفتاری سے پہلے وہ بیری فان کو بلیک میل کر کے اُس سے بڑی بڑی رقومات وصول کرتا رہا ہو۔ بہر حال بیری فان سے متعلق کاغذات اسی کے قبضے سے برآمد ہوئے تھے۔!"

دفعتاً باہر سے آواز آئی۔ "کیا میں اندر آ سکتا ہوں....؟"

رحمان صاحب کا خوشگوار موڈ بدل گیا۔ ایسا لگتا تھا جیسے عمران کی آواز نے مشینی طور پر انہیں اس تغیر سے دوچار کر دیا ہو۔ "آ جاؤ۔!" وہ غرائے۔

عمران کمرے میں داخل ہوا اور سر جھکائے کھڑا رہا۔

"بیٹھ جاؤ۔!"

"جج.....جی.....بہت اچھا.....!" اس نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"اب تم لڑکیوں میں جاؤ۔!" رحمان صاحب نے روزا سے کہا اور وہ عمران کو گھورتی ہوئی

کمرے سے چلی گئی۔

"میرا ہم شکل کون تھا....؟" رحمان صاحب نے خشک لہجے میں پوچھا۔

ایک خاص آدمی جو اس وقت تک اس واقعے کو بالکل بھول چکا ہوگا۔ عمران مسمسی صورت بنا کر بولا۔ "ویسے سفیر نے اعتراف کرلیا ہے کہ ہیری فان اُسے دھمکیاں دیتا رہا ہے وہ یہی چاہتا تھا کہ آپ کسی طرح سفارت خانے کی عمارت تک پہنچیں اور وہ آپ پر برین فلسر آزمائے اور جناب عالی! روزا نے ہمیں ایک بڑے خطرے سے آگاہ کیا تھا۔ اگر ہم میں سے کوئی بھی اس کے قریب پہنچنے کی کوشش کرتا تو سیدھا عدم آباد ہی جا پہنچتا۔!"

"کیوں....؟"

"شلوار و قمیض کے نیچے اس نے پاور ہاؤز پہن رکھا تھا۔!"

"کیوں بکواس کر رہے ہو۔!"

"ایک چھوٹی سی پریشر مشین جس میں زہریلی سوئیاں بھری ہوئی تھیں اس پاور ہاؤز سے اٹیچ تھی اور مختلف جگہوں پر متعدد بٹن تھے جن میں سے کسی پر بھی ہلکا سا دباؤ پڑنے پر سوئیاں نکلتیں اور آس پاس کے لوگوں کو سلاتی چلی جاتیں۔!"

"تو تم نے اسے سر سلطان کے حوالے کردیا۔!"

"جی ہاں.... مجبوری تھی.... انہی کے محکمے کا کیس تھا۔" عمران نے کہا اور چور نظروں سے رحمان صاحب کی طرف دیکھنے لگا۔

رحمان صاحب کھڑکی کے باہر دیکھتے رہے۔

﴿ختم شد﴾